شعاعِ ادب
آدابِ دین
مصنّف
حکیم امین الدّین
18 - 00
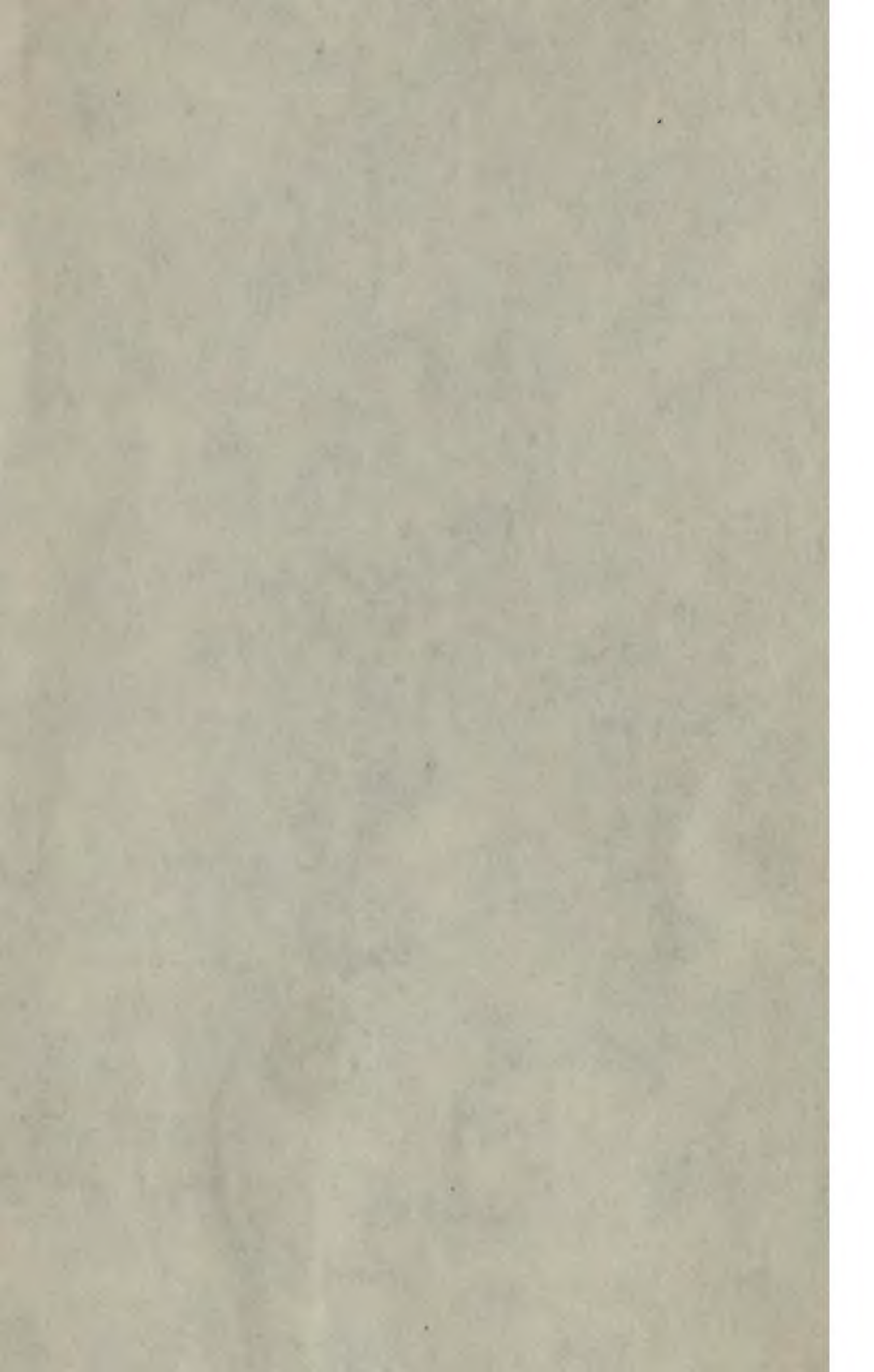
آدابِ دین

تالیف

حکیم سید امین الدین

مُصنّف

۱ اوامر و نواہی   ۲ تذکرہ علی ہجویریؒ   ۳ صوفیہ نقشبند

شعلِ ادب چوک انار کلی لاہور

ناشر . . . . . محمد علیم
تعداد . . . . . ۱۰۰۰ ہزار
مطبوعہ . . . . کیمبرج پریس لاہور
قیمت . . . روپے

آدابِ دین

جس میں
عقائد، عبادات، معاملات اور تصوف کے
متعلق شرعی احکام اور ان کے بارے میں
اولیائے کرام کے اقوال نہایت دل نشین
انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔

حکیم سید امین الدین

"انتساب"

اپنے محترم والدین کے نام جن کی تربیت سے
مجھ کو بتائید ایزدی اس سعادت کا شرف حاصل ہوا۔
میری دُعا ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ اُن دونوں کی
قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین!
رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ط

فہرست مضامین

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا و مولنا محمد و علی الہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ واہل بیتہٖ واہل طاعتہٖ واولیاء امتہٖ اجمعین ۰ امابعد فقال اللہ تعالٰی فی القرآن المجید یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً "یعنی اے ایمان والو پوری طرح اسلام میں داخل ہو جاؤ"۔

دین شریعت کے چار اجزا ہیں۔

(۱) عقائد (۲) عبادات (۳) معاملات اور (۴) تصوف۔

جزو عقائد جس کی مختصر تعریف یہ ہے کہ دل، و زبان سے یہ اقرار کرنا کہ اللہ تعالٰی اور حضور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کی جس طور پر خبر دی ہے وہی حق ہے۔ دوسرا جزو عبادات ہیں۔ یعنی نماز روزہ اور حج و زکوٰۃ وغیرہ۔ تیسرا جزو معاملات ہیں ان معاملات میں شریعت مطہرہ یہ بتاتی ہے

معاملہ اس طرح کرو کہ نزاع اور جھگڑے کا اندیشہ نہ ہو اور کسی کی دل آزاری نہ ہو۔

چوتھا جز و تصوف ہے جس کو شریعت میں تزکیہ نفس کہتے ہیں اور ان چاروں اجزاء کے مجموعے کا نام دین ہے۔

ایک مسلمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ زندگی کے ہر گوشے اور ہر شعبے میں ایمانداری اور دیانتداری کے ساتھ اسلام کے جملہ اصول وضوابط پر کاربند ہو کر دنیا کے سامنے اپنے آپ کو عمل و کردار کا ایک نمونہ پیش کرے تاکہ مندرجہ بالا آیتہ پاک کا مصداق بن سکے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ دین شریعت کے کل احکام کو بجالائیں۔ تمام ممنوعات و نواہی سے بچیں اور کامل شریعت پر عمل کریں۔

جو مسلمان نماز کے وقت مسجد میں جا کر نماز تو ادا کرے لیکن وہ اپنی دوکان پہ بیٹھ کر کم تولے اور کاروباری لین دین اور معاملات میں جھوٹ کی احتیاط نہ کرے۔ جو ماہ رمضان المبارک کے پورے روزے تو رکھے لیکن حقوق العباد ادا نہ کرے۔ جو ہر سال حج تو ادا کرے لیکن تزکیہ نفس اور تقوے سے عاری ہو اور منہیات میں مشغول رہے۔ اس کو ان عبادات سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

مسلمان کی زندگی اِنَّ صَلَاتِی وَنُسُکِی وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰہِ

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کی عملی تفسیر ہونی چاہیئے یعنی اس کے عقائد مشرکانہ نہ ہوں عابد مرتاض اور شب زندہ دار ہونے کے ساتھ ساتھ وہ لغویات و فواحشات ممنوعات و منہیات سے اجتناب اور بغض و حسد، کینہ اور کبر و نخوت سے احتراز کرے اس کا چلنا، پھرنا، کھانا، پینا، سونا، جاگنا، تجارت و ملازمت دستکاری اور کاشتکاری، بیاہ شادی، دوستی اور دشمنی الغرض زندگی کے تمام چھوٹے اور بڑے کام دین اسلام کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہوں۔ اور صبر و شکر، توکل و رضا، تفویض و اخلاق اور صدق و صفا کے مقامات و منازل کو طے کرتے ہوئے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کی دولت سے مالا مال ہو کر لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ کے زمرے میں داخل ہو۔ اس کے معاملات امانت و دیانت داری، راست گوئی اور ایفائے وعدہ سے مزین ہوں۔ اس کی معاشرت عفو و حلم، تحمل و بردباری، تواضع و انکساری کے زیور سے آراستہ ہو۔ جب ایک مومن ان تمام صفات عالیہ سے اپنے آپ کو متصف کرنے کی کوشش کرتا ہے تب ہی وہ فی السلم کافۃ کے حکم کی تعمیل سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔

زیر نظر مجموعہ چار بابوں پر مشتمل ہے

پہلے باب میں عقائد کا، دوسرے میں عبادات کا بیان ہے۔ اس

کے چار حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں نماز کا، دوسرے میں روزہ کا اور تیسرے میں حج کا اور چوتھے حصہ میں زکوٰۃ کا بیان ہے۔ تیسرے باب میں معاملات کا بیان ہے اور اس کے تین حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں حقوق العباد کا دوسرے میں آداب معیشت کا اور تیسرے حصہ میں آدابِ معاشرت کا بیان ہے۔ اور چوتھے باب میں تصوف کا بیان ہے۔ جن میں بالترتیب چاروں اجزاء کے متعلق احکام شرعی قرآن پاک کی آیات مقدسہ اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں بیان کرنے کے ساتھ ان اجزاء اور احکام کے بارے میں اولیاء کرام اور صوفیہ عظام کے اقوال و ارشادات جمع کیے گئے ہیں۔

یہ کتاب اس اعتبار سے اپنی حیثیت میں منفرد ہے کہ غالباً آج تک احکام شرعیہ اور اجزاء دینیہ کے موضوعات و عنوانات کے تحت اولیاء کرام کے اقوال مجتمع نہیں کیے گئے ہیں۔ باری تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھ کو اس سبقت کی توفیق عطا فرمائی۔

میں نے صوفیائے کرام کے نام نہ تو ان کے مراتب کے لحاظ سے لکھے ہیں اور نہ حروف تہجی کے اعتبار سے بلکہ اقوال کی فراہمی کی ترتیب کے تحت لکھے ہیں۔ اس لیے صوفیہ متقدین و متاخرین کی تقدیم و تاخیر کے لیے ناظرین سے معذرت خواہ ہوں۔

اس کتاب کے آخر میں ایک ایسا نسخہ کیمیا تحریر کیا گیا ہے جو ساری کتاب کی جان، تمام عبادات و معاملات کی روح، زہد و تقویٰ کی اصل، حکمت و معرفت کا گنجینہ، تزکیہ نفس اور تطہیر قلب کا خزانہ، اور ظاہری اور باطنی اصلاح کا سرمایہ ہے۔ جس سے دنیا بنتی اور عقبیٰ سنور جاتی ہے

اس تالیف سے میرا مدعا اور مقصد یہ ہے کہ جو لوگ لہو و لعب کے مشاغل میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اور احکام خداوندی کی تعمیل میں غفلت برتتے ہیں وہ بزرگانِ دین اور سلف صالحین کی تعلیمات جو گنجینہ حکمت و معرفت اور مسلمانوں کی ظاہری اور باطنی اصلاح کے لیے بالعموم اور طالبانِ حق و صداقت اور تشنگان چشمہ معرفت کیلئے بالخصوص موجب رشد و ہدایت اور باعث فلاح دارین ہیں ان کو پڑھیں اور غور کریں اور ان پر عمل کر کے دین و دنیا کی کامیابی سے ہمکنار ہو کر قیامت کے دن خدائے قدوس اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سرخروئی کے ساتھ پیش ہو سکیں۔

آخر میں ان سب حضرات کا اور بالخصوص محبی مکرم جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کے ماخذ کے لیے اپنے کتب خانہ سے کتابیں مہیا کیں اور قیمتی مشورے دیئے۔

بارگاہ صمدی میں عاجزانہ التجا ہے کہ خدائے لم یزل اس کتاب کو میرے اور قارئین کرام کے لیے ہدایت و مغفرت کا ذریعہ بنائے اور اس کاوش اور محنت کو میرے لیے اور میرے والدین محترمین رحمہما اللہ کے واسطے صدقہ جاریہ کے طور پر قبول فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ؎

غرض نقشیست کز ما یاد ماند ۔۔۔ کہ ہستی را نمے بینم بقائے
مگر صاحبدلے روزے برحمت ۔۔۔ کند در حق ایں مسکیں دعائے

احقر العباد آثم

(حکیم) سید امین الدین احمد عفی اللہ عنہ

خلف

فخر الاطباء عالیجناب مولانا حکیم سید شہاب الدین احمد صاحب مرحوم دہلوی

۲۳۹ شاد باغ لاہور

۱۰ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ
مطابق ۱۶ جنوری ۱۹۷۳ء

ماخذ

کتاب	مصنف
(۱) مسلم شریف	
(۲) بخاری شریف	
(۳) مؤطا امام محمد	
(۴) مشکوٰۃ شریف	
(۵) رسالۂ قشیریہ	تصنیف:- حضرت امام سید ابوالقاسم قشیریؒ
(۶) کشف المحجوب	" حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ
(۷) تعرّف	" امام ابوبکر بن ابو اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ
(۸) مانی الاسلام	" مولٰنا اصغر علی روحی رحمۃ اللہ علیہ
(۹) کیمیائے سعادت	" امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۰) امام غزالیؒ کا فلسفۂ مذہب و اخلاق	" ڈاکٹر سید حسین قادری شور ایم اے عثمانیہ
(۱۱) طبقات الاولیاء	" شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۲) انوار قدسیہ	" امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۳) فتح الباری فی شرح صحیح البخاری	" حافظ ابن عبدالوہاب حجرؒ
(۱۴) فوائد الفواد	" محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ

از طاعتِ الٰہی دیدم جمالِ احمدؐ
وز حُبِّ مُصطفائی دریافتم خدا را

عالَم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے

باب اول

دل اور زبان سے یہ اقرار کرنا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کی جس طور پر خبر دی ہے وہ حق ہے۔

"عقیدہ"

ائمہ اسلام نے ایمان کی تعریف یوں فرمائی ہے۔

هُوَ التَّصْدِيْقُ بِمَا جَاءَ بِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ تعالیٰ اَیْ تَصْدِيْقُ النَّبِيِّ بِالْقَلْبِ فِيْ جَمِيْعِ مَا عُلِمَ بِالضَّرُوْرَةِ مَجِيْئُهٗ بِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِجْمَالًا۔

یعنی ایمان ان امور کی تصدیق کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے یعنی اجمال طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل سے تصدیق کرنا ہر اس چیز میں جو آپ اللہ کی طرف سے لائے جس کا ثبوت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے قطعی طور پر ثابت ہو۔

خلاصہ یہ کہ ایمان اسے کہتے ہیں کہ سچے دل سے ان سب باتوں کی تصدیق کرے جو ضروریات دین ہیں اور کسی ایک ضرورت دینی کے انکار کو کفر کہتے ہیں اگرچہ باقی تمام ضروریات کی تصدیق کرتا ہو۔ ضروریاتِ دین وہ مسائل دین ہیں جن کو ہر خاص و عام جانتے ہوں جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، انبیا کی نبوت، جنت و نار، حشر و نشر وغیرہ، مثلاً یہ اعتقاد کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین ہیں۔ حضور کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا۔ عوام سے مراد وہ مسلمان ہیں جو طبقہ علما میں نہ شریک کیے جاتے ہوں مگر علما کی

صحبت سے ثمر یاب ہوں۔ اور مسائل علمیہ سے ذوق رکھتے ہوں نہ دہ کہ کوردہ، اور جنگل اور پہاڑوں کے رہنے والے ہوں جو کلمہ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے کہ ایسے لوگوں کا ضروریات دین سے ناواقف ہونا اس ضروری کو غیر ضروری نہ کر دے گا۔ البتہ ان کے مسلمان ہونے کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ ضروریات دین کے منکر نہ ہوں اور یہ اعتقاد رکھتے ہوں کہ اسلام میں جو کچھ ہے حق ہے ان سب پر اجمالاً ایمان لائے ہوں۔

اصل ایمان صرف تصدیق کا نام ہے اعمال بدن نواسلاً جزو ایمان ہیں

حضرت امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ جو کوئی مسلمان ہو یعنی اسلام لائے اوّل اس پر واجب ہے کہ کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ جو اس نے زبان سے کہا ہے اس کے معنی دل سے سمجھے اور یقین کرے حتیٰ کہ اسے کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے اور جب اس پر یقین کرے اور اس کا دل مطمئن ہو جائے۔ یہاں تک کہ شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے تو یہ اصل مسلمانی کے لیے کافی ہے اور اسے دلیل و برہان سے سمجھنا ہر مسلمان کے لیے فرض نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عرب کو دلیل کی تلاش کرنے، علم کلام کے پڑھنے، شبہات اور ان کے جوابات ڈھونڈنے کا حکم نہیں دیا ہے، بلکہ اس کی تصدیق کرنا اور یقین کر لینا کافی خیال فرمایا ہے فرمایا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ اب ہم اعتقاد اہل سنت والجماعت

کو بیان کرتے ہیں تاکہ ہر مسلمان اس اعتقاد کو اپنے دل میں جگہ دے چونکہ یہ اعتقاد اس کے ایمان کی بنیاد ہے۔

اعتقاد

جان لے کہ تو مخلوق ہے اور تیرا ایک پیدا کرنے والا ہے اور اس نے تمام جہان کو اور جو کچھ اس جہان میں ہے سب کو پیدا کیا ہے وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک اور ساتھی نہیں اور یکتا ہے کوئی اس کا جوڑا اور ہمسر نہیں وہ ہمیشہ سے ہے اور اس کی ہستی کی کوئی ابتدا نہیں اور ہمیشہ رہے گا۔ اور اس کے وجود کی کوئی انتہا نہیں۔ ازل اور ابد میں اس کی ہستی واجب ہے کیونکہ نیستی کو اس میں دخل نہیں۔ اور اس کی ہستی اپنی ذات سے ہے اسے کسی سبب کی ضرورت نہیں اور کوئی چیز اس کی محتاجی سے خالی نہیں۔ اس کی ہستی کا قیام اپنے آپ ہے اور تمام اشیاء کا قیام اس کی ذات سے ہے۔

وہ نہ جوہر ہے نہ عرض ہے اور وہ کسی جسم میں حلول نہیں کرتا۔ اور وہ کسی چیز کی مانند نہیں ہے اور نہ کوئی چیز اس کی مثل ہے اس کی کوئی صورت نہیں۔ چونی اور چگونی کو اس کی ذات میں کچھ دخل نہیں اور جو کچھ خیال میں آسکتا ہے اور فکر میں گزر سکتا ہے وہ اس کی کیفیت اور اندازے سے پاک ہے۔ کیونکہ یہ صفت اس کی مخلوق سے تعلق رکھتی ہے اور وہ کسی

مخلوق کی صفت پر نہیں ہے۔ اور جو صورت وہم وخیال سے پیدا ہوتی ہے
اور وہ اسی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ چھوٹی اور بڑی اور مقدار کو اس سے
کچھ تعلق نہیں کیونکہ یہ تمام صفات اجسام عالم سے متعلق ہیں۔ اور وہ جسم نہیں ہے
نہ اس کو کسی جسم سے لگاؤ ہے اور نہ وہ کسی جگہ پر ہے اور نہ کسی جگہ میں ہے۔ بلکہ
اس کی ذات جگہ لینے والی چیز ہی نہیں۔ اور جو کچھ جہان میں ہے سب عرش
کے نیچے ہے۔ اور عرش اس کی قدرت کے نیچے مسخر ہے اور وہ عرش کے
اوپر ہے اس طرح نہیں جس طرح کوئی جسم کسی جسم کے اوپر ہوتا ہے کیونکہ
وہ جسم نہیں اور عرش اس کا حامل اور اٹھانے والا نہیں بلکہ عرش اور اس
کے حاملوں کو اس کی قدرت اور مہربانی نے اٹھایا ہوا ہے اور آج بھی اس
کی وہی صفت ہے جو ازل میں عرش کے پیدا کرنے سے پہلے تھی۔ اور
ابد تک اسی طرح رہے گی۔ کیونکہ گردش و انقلاب کو اس کی ذات و صفات
میں کوئی دخل نہیں ہے۔ اگر گردش صفت نقصانی کے مانند ہوتی تو وہ
خدائی کے قابل نہ ہوتا اگر تغیر وہ ذات کمالی کے ساتھ ہوتا تو اس کے یہ معنی ہیں
کہ وہ پہلے ناقص تھا اور اس کمال کا محتاج تھا اور محتاج اپنی پیدا کی ہوئی
چیز کا ہونا خدائی کے لائق نہیں ہوتا اور باوجود اس کے کہ وہ تمام مخلوقات
کی صفات سے پاک ہے اس جہان میں جاننے کے لائق ہے اور اس جہان
میں دیکھنے کے قابل ہے اور اس جہان میں اس کو بے چون بے چگون

جانتے ہیں۔ اُس جہان میں اس کو بے چون و بے چگون دیکھیں گے۔ کیونکہ اس کا دیدار اس جہان کے دیدار کی طرح نہیں ہے۔

قدرت

باوجود اس کے کہ وہ کسی چیز کے مانند نہیں ہے لیکن تمام اشیاء پر قادر ہے اور اس کی طاقت کامل ہے اس میں کسی عجز، نقصان اور ضعف کو روا نہیں بلکہ جو کچھ چاہا کیا اور جو کہ چاہے گا کرے گا۔ ساتوں آسمان اور زمین عرش و کرسی اور جو کچھ بھی ہے سب اس کے قبضہ قدرت میں مقہور و مسخر ہیں اور سوائے اس کے کسی کا کسی چیز پر کچھ تصرف نہیں اور پیدا کرنے میں اس کا کوئی یار و مددگار نہیں۔

علم

وہ دانا ہے اور تمام اشیاء کا جاننے والا ہے اس کا علم تمام اشیاء پر محیط ہے۔ عرش الہٰی سے تحت الثریٰ تک تمام چیزیں اس کی جانی ہوئی ہیں۔ تمام چیزیں اس کے ارادہ اور قدرت سے ظاہر ہوئی ہیں بلکہ بیابانوں کے ریگ کے ذرات اور درختوں کے پتے اور دلوں کے خطرے اور ہوا کے ذرے اس کے علم میں اس طرح ظاہر ہیں جیسے آسمانوں کے عدد ہیں۔

ارادت

اور جو کچھ جہان میں ہے اور اس کی خواہش اور ارادے سے ہے اور کوئی چیز چاہے تھوڑی ہو یا زیادہ، چھوٹی ہو یا بڑی خیر ہو یا شر، عبادت ہو یا گناہ، کفر ہو یا ایمان، نفع ہو یا نقصان کمی ہو یا بیشی، رنج ہو یا راحت، بیماری ہو یا تندرستی سب اسی کی تقدیر مشیت

اور حکم سے ہے۔ اگر تمام جن و انسان، فرشتے، شیطان اکٹھے ہو جائیں اور جہان سے ایک ذرہ ہلانا چاہیں یا کسی جگہ رکھنے کا ارادہ کریں یا کمی بیشی پر مائل ہوں تو بغیر اس کی مرضی کے سب عاجز رہیں گے۔ اور کچھ نہ کر سکیں گے اور بغیر اس کی مرضی کے کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی اور جس چیز کو وہ پیدا کرنا چاہتا ہے کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ اور جو کچھ تھا اور جو کچھ ہو گا سب اسی کی تقدیر اور تدبیر سے ہے۔

سمیع و بصیر

اور جس طرح دانا ہے اور ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ اسی طرح ہر چیز کو دیکھتا اور سنتا ہے دور و نزدیک اس کی شنوائی میں برابر ہیں۔ تاریکی اور روشنائی اس کے دیکھنے میں یکساں ہیں اندھیری رات میں چیونٹی کے پاؤں کی آہٹ سنتا ہے اور تحت الثریٰ کے رہنے والے کیڑے کے رنگ و صورت کو دیکھتا ہے۔ اس کے لیے سننا کانوں سے نہیں جس طرح اس کی سمجھ تدبیر سے نہیں اسی طرح اس کا پیدا کرنا آلات سے نہیں۔

کلام

اس کا فرمان تمام مخلوقات کے لیے واجب العمل ہے۔ اور جس چیز کی اس نے خبر دی ہے وہ سچ ہے اور اس کے تمام وعدے سچے ہیں۔ فرمان، خبر، وعدہ، وعید سب اس کا کلام ہے اور جس طرح وہ دانا، بینا، اور سمیع و بصیر ہے اسی طرح وہ گویا بھی ہے اس نے موسیٰ علیہ

اور اس کا کسی دوسرے کے ملک میں تصرف کرنا ممکن نہیں چونکہ اس کے ساتھ کسی
دوسرے کا مالک ہونا محال ہے جو کچھ ہے ہو چکا اور جو کچھ ہوگا سب اسی کی ملکیت
ہے وہ سب کا مالک ہے اس کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں۔

آخرت

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جہان کو دو قسم میں پیدا کیا ہے۔
ایک عالم اجسام دوم عالم ارواح اور عالم اجسام کو آدمیوں کے
روح کی منزل گاہ بنا دیا تاکہ اس عالم سے آخرت کا توشہ لے لیں اور ہر ایک
کے لیے ایک مدت مقرر کر دی کہ وہ اس مدت تک اس جہان میں رہے اور
اس مدت کا آخر اجل کو بنا دیا تاکہ کمی بیشی کی گنجائش نہ رہے جب اجل آ جاتی
ہے جان کو جسم سے جدا کر لیتے ہیں اور قیامت میں جو کہ حساب اور جزا کا دن
ہے جان کو دوبارہ جسم دیں گے اور سب کو اٹھائیں گے اور جو کام جس نے کیے
ہوں گے وہ اپنے نامہ اعمال میں دیکھے گا اور سب کچھ اس کو یاد دلایا جائے
گا اور ہر ایک کی نیکی اور گناہ کی مقدار اس ترازو سے معلوم ہو جائے گی۔ وہ
اعمال کی مقدار بتانے کے قابل ہوگی اور وہ ترازو اس جہان کے ترازو کی طرح
نہ ہوگی پھر سب کو پل صراط پر چلنے کا حکم ہوگا اور وہ بال سے زیادہ باریک
اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور جو کوئی اس جہان میں صراط مستقیم پر رہا ہو
گا وہ اس پل صراط سے با آسانی گزر جائے گا اور جو کوئی اس جہان میں غلط راستہ
پر چلا ہوگا وہ اس سے نہیں گزر سکے گا اور دوزخ میں گر جائے گا۔ اسی طرح

پر ظہر اگر سب کے اعمال کی پرسش ہوگی اور صدق کی حقیقت صادقوں سے پوچھی جائے گی اور منافقوں اور ریا کاروں کو خجالت اور رسوائی ہوگی کسی گروہ کو بے حساب جنت میں لے جائیں گے اور کسی گروہ سے نہایت آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا اور کسی گروہ کا حساب سخت ہوگا آخرالامر تمام کفار کو دوزخ میں بھیجا جائے گا۔ انبیاء اور بزرگ جن کی شفاعت کریں گے وہ بخش دیا جائے گا۔ اور جس کی شفاعت نہ ہوگی وہ دوزخ میں جائے گا اور اس کے گناہ کے مطابق اس کو عذاب ہوگا اور پھر آخرالامر اسے بہشت میں لے جائیں گے۔

پیغمبر چونکہ اللہ تعالے نے آدمی کے بعض اعمال اور احوال کو اس کی شقاوت کا سبب اور بعض کو سعادت کا موجب بنایا ہے۔ اور آدمی نہیں جان سکتا کہ کون عمل موجب شقاوت ہے اور کون عمل موجب سعادت ہے۔ اس لیے اس نے کمال مہربانی اور فضل سے پیغمبروں کو پیدا کیا اور فرمایا کہ جن لوگوں کو ازل میں سعادت کا حکم ہوچکا ہے ان کو اس راز سے آگاہ کردیں اور انہیں اپنا پیغام دے کر خلق کی طرف بھیجا کہ وہ سعادت اور شقاوت کی راہ لوگوں کو بتائیں تاکہ کسی کو بھی خدا پر حجت نہ رہے اور سب سے آخر میں محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں کی طرف بھیجا اور آپ کی نبوت کو ایسے درجہ کمال پر پہنچایا کہ کوئی فضیلت باقی نہیں رہی اور اس

وجہ سے آپ کو خاتم النبیین کہا کہ آپ کے بعد اور کوئی پیغمبر نہ ہوگا اور تمام جن وانس کو آپ کی پیروی کا حکم دیا اور آپ کو تمام پیغمبروں کا سردار بنایا اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا درجہ عطا فرمایا۔

عقیدہ کی مختصر تعریف

ایماندار بندہ کو مؤمن کہتے ہیں خدا اور اس کے حکموں کو سچے دل سے ماننا ایمان کی جان ہے۔ جسے ایمان مجمل کہتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہے۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَآئِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَ قَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ۔

یعنی اللہ کو میں نے ویسا ہی جانا اور مانا جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور کاموں سے معلوم ہوتا ہے۔ اور میں نے اس کے سارے حکم قبول کیے۔

اللہ[۱] تعالیٰ کے ساتھ اس کے فرشتوں[۲]، کتابوں[۳]، رسولوں[۴]، آخرت[۵] کے دن کو، تقدیر[۶] اور مرنے کے بعد پھر زندہ کر کے اٹھائے جانے پر ایمان لانے کو ایمان مفصل کہتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ[۱] وَمَلٰٓئِكَتِهٖ[۲] وَكُتُبِهٖ[۳] وَرُسُلِهٖ[۴] وَالْيَوْمِ[۵] الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ ۵ یعنی میں نے دل سے مانا ۱۔ اللہ کو

۲۔ اُس کے فرشتوں کو ۳۔ اُس کی کتابوں کو ۴ اس کے رسولوں کو
۵۔ آخرت کے دن کو ۶۔ اس کے اچھے برے کا اندازہ لگا لینے کو
۷۔ مرنے کے بعد زندہ ہو کر اُٹھنے کو

ایمان کی جو سات باتیں اوپر بیان ہوئیں (اور جن کو ارکان ایمان) یعنی ایمان کے پائے یا ستون کو کہتے ہیں، ان پہ اللہ پر ایمان، نیز کے ساتھ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رسول ہونے پہ ایمان لانا خاص طور سے ضروری ہے۔ اس کا اقرار زبان سے کرنا اور دل سے تصدیق کرنے کا نام کلمہ طیبہ ہے جو یہ ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ
یعنی اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

عقائد کے متعلق صوفیہ کرام کے اقوال

امام ابوبکر بن ابو اسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب البخاری الکلابازی (متوفی اواخر چہارم صدی ہجری) ایمان اور عقیدہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ جمہور صوفیہ کے نزدیک ایمان قول عمل اور نیت ہے اور نیت سے مراد

بیت
تصدیق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اور اس کی روا
جعفر بن محمد رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنے آبا سے کی ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا " ایمان زبان سے اقرار کرنے، دل سے تصدیق کرنے اور اعضا،
سے عمل کرنے کا نام ہے بعض صوفیہ کہتے ہیں " ایمان زبان سے اقرار کرنے
اور دل سے تصدیق کرنے کا نام ہے اور فرائض پر عمل کرنا ایمان کی فرع ہے
وہ یہ بھی کہتے ہیں ایمان ظاہر میں بھی ہوتا ہے اور باطن میں بھی اور باطن
تو صرف ایک چیز ہے اور وہ دل ہے مگر ظاہر تمام اشیاء کا نام ہے۔

فرمایا میں نے اپنے ایک شیخ سے ایمان کے متعلق سوال کیا تو فرمایا ایمان
یہ ہے کہ جو دعوت حق تعالیٰ کی طرف سے تجھے دی گئی ہے تو اسے کلیتہً قبول کرے
اور پھر اپنے باطن کی مدد سے اللہ سے پھر جانے کا خیال کلیتہً تجھ سے
دور ہو چکا ہو جس کا نتیجہ یہ ہو کہ تو اللہ کی چیزوں کا مشاہدہ کرے اور
جو اس کی نہیں اس سے غائب ہو۔

حضرت علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

یا ایہا الذی اٰمنوا اٰمنوا باللہ ورسولہ

یعنی اے ایمان والو! خدا اور اس کے رسول پر ہر جہت سے پختہ ایمان
لاؤ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایمان یہ ہے کہ ہر
مسلمان اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات پر اس کی وحدانیت پر اس کے تمام

رسولوں پر، اس کی نازل کردہ تمام کتابوں پر، اس کے تمام فرشتوں پر، دنیا پر قیامت پر، حشر و نشر پر، حساب میزان پر، جزا و سزا پر، جنت و دوزخ پر، اور تقدیر کے سوال پر محکم اور غیر متزلزل ایمان رکھے۔

فرمایا صوفیہ کے دو گروہ ہیں ایک گروہ جن میں عیاض، بشر حافی، خیر النساج، سمنون المحب۔ ابو حمزہ بغدادی اور ابو محمد جریری رحمہم اللہ تعالےٰ عنہم وغیرہ شامل ہیں ان کا قول ہے کہ قول، تصدیق، بالقلب اور عمل کا نام ایمان ہے اور دوسرا وہ جن میں ابراہیم بن ادھم، ذوالنون مصری، ابو یزید بسطامی سلیمان دارانی، حارث محاسبی، جنید، سہل بن عبداللہ تستری، شقیق بلخی حاتم اصم اور محمد بن فضل بلخی رحمہم اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کا قول ہے کہ قول اور تصدیق کا نام ایمان ہے نیز فقہائے امت کی ایک جماعت بھی یہی کہتی ہے مثلاً امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابو حنیفہ، حسن بن فضل بلخی، محمد بن الحسن شاگرد امام ابو حنیفہ، داؤد طائی اور ابو یوسف رحمہم اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین۔ فرمایا حضرت شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ صوفیہ اور فقہا کا یہ اختلاف لفظی اور عبارتی ہے۔ معنی اور مقصد پر اس کا کچھ اثر نہیں پڑتا۔

فرمایا اہل سنت والجماعت کے درمیان اس امر پر اتفاق ہے کہ ایک ایمان کی اصل ہے اور ایک فرع، ایمان کی اصل دل کی تصدیق ہوتی ہے

اور اس کی فرع امورات شرعی کی رعایت و اطاعت کرنا ہے اور اہل عرب کی عرف و عادت میں ہے کہ کسی چیز کی فرع کو استعارہ کی بنا پر اس کے اصل سے پکارتے ہیں اس لیے کہ بندہ بغیر اطاعت خدا کے عذاب سے نجات پا نہیں سکتا اور محض تصدیق مغفرت کے لیے کافی نہیں جب تک خدا کے احکام کی اطاعت نہ کی جائے پس جو شخص اطاعت زیادہ کرے گا اس کو امن و نجات اور رحمت الٰہی بھی زیادہ ملے گی۔ لہٰذا احکام الٰہی کی اطاعت خدا کے عذاب سے نجات پانے کا سبب ہے بشرطیکہ قول اور تصدیق بھی ساتھ ہو لہٰذا قول" تصدیق" بالقلب اور اطاعت کے مجموعہ کو ایمان کہتے ہیں۔

ایمان کی تعریف اور تشریح کے بعد حضرت شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے عقیدہ توحید کے موضوع پر بڑی مدلل اور مفصل بحث کی ہے۔ اور شروع میں کلام پاک کی آیات کا حوالہ دیا ہے وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ یعنی تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

لَا تَتَّخِذُوْا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

یعنی کسی حالت میں دو معبود نہ بناؤ بیشک تمہارا معبود صرف ایک ہی ہے۔

فرمایا اللہ تعالےٰ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے۔ اس کے کاموں اور حکموں میں نہ کوئی اس کا مثل ہے اور نہ کوئی اس کا شریک ہے وہ ایک ہے وصل و فصل اور دوئی کا اس پر اطلاق نہیں ہوتا وہ قید مکانی اور قید زمانی سے آزاد ہے اس کی ہستی لامکان ہے دائمی اور ابدی ہے اور نہ اس کی کوئی جہت اور سمت ہے اور نہ وہ کسی مکان سے وابستہ ہے۔ مکان کے ثبوت کے ساتھ اس کے لیے حاجت لازم آجاتی ہے چونکہ اگر وہ مکان میں سکونت کرنے والا ہو تو اس کے لیے مکان کا ہونا لازمی ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ عرض بھی نہیں، چونکہ عرض کو جوہر کی ضرورت ہے اور نہ وہ حال ہے چونکہ حال اپنے محل کے ساتھ باقی رہتا ہے اور چونکہ اس کا وجود اپنے مثل کو تبدیل نہیں کرتا اس لیے وہ جوہر بھی نہیں ہے اور نہ وہ روح ہے چونکہ روح کو جسم کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ وہ جسم ہے چونکہ جسم کے لیے اجزا مرکبہ کی ضرورت ہوتی ہے مختصر یہ کہ باری تعالیٰ تمام آفات سے بری اور کل عیوب سے مبرا ہے وہ ہر قسم کے نقص و برائی سے منزہ اور برتر ہے۔ ساری کائنات میں کوئی اس جیسا نہیں ہے نہ اس کا کوئی فرزند ہے۔ اور نہ اس کی ذات اور وجود میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی ہوتی ہے۔ وہ حی و قیوم، رؤف و رحیم، کریم و قدیر، سمیع و بصیر اور علیم و خبیر ہے۔ اس کی تمام صفات اس میں نئی نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ سے قدیم ہیں اور وہ ہر زمانہ میں زمین و آسمان کی تمام معلومات اس کے علم میں ہیں

تمام موجودات کے لیے اس کی اطاعت و فرمانبرداری کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں۔ اس پر مخلوقات کا حکم اور تصرف نہیں ہے اس کے تمام احکامات حق ہوتے ہیں باطل نہیں ہوتے، نیکی اور بدی، نفع اور نقصان کا وہی پیدا کرنے والا ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ نہ کوئی اس کے دیدار وصل کی تاب لا سکتا ہے اور نہ کوئی اس تک رسائی کی طاقت رکھتا ہے قیامت وحشر میں صرف جنتی ہی اس کا دیدار کر سکیں گے۔ اور دنیا میں اولیاء اللہ اس کی تجلیات کے مشاہدے سے مشرف ہو سکتے ہیں۔

مخدوم الملک حضرت شرف الدین احمد منیری رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ توحید کے متعلق فرماتے ہیں کہ توحید کے چار درجے ہیں۔

۱۔ زبان سے لا الہ الا اللہ کہنا مگر دل سے اس کا انکار کرنا یہ منافقت ہے۔

۲۔ دل سے لا الہ الا اللہ کہنا اور اعتقاد بھی رکھنا جیسا کہ عام مسلمان کہتے ہیں۔ ان مسلمانوں میں بعض اللہ تعالےٰ کی وحدانیت پر سینکڑوں دلیلیں بھی پیش کرتے ہیں ان کو متکلمین اور علمائے ظواہر کہا جاتا ہے

۳۔ مجاہدہ اور ریاضت سے مشاہدہ کرنا کہ فاعل حقیقی وہی ایک ذات ہے یہ توحید عارفانہ ہے جس کو "مقام ہمہ از دست" کہتے ہیں۔

۴۔ مجاہدہ اور ریاضت کی کثرت سے سالک ایسا مستغرق ہو جاتا ہے

کہ عالم ہو آئینہ حیرت ہے اس کو نظر نہیں آتا ساری ہستیاں اس کی نظر میں
گم ہو جاتی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتا۔ اس پر
فنائیت طاری رہتی ہے اس کو فنافی التوحید یعنی (ہمہ اوست) کہتے
ہیں۔ فنافی التوحید کے بعد بھی ایک مرتبہ ہے جس کا نام فنا عن الفنا
ہے۔ اس مرتبہ میں سالک کو کمال استغراق میں اپنی فنائیت کی بھی
خبر نہیں ہوتی اور وہ خدا کے جلال و جمال میں کوئی فرق و تمیز نہیں
کر سکتا۔ چونکہ اگر یہ تمیز باقی رہ جاتی ہے تو یہ تفرقہ کی دلیل ہے عین الجمع
اور جمع الجمع کا مقام اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب سالک اپنے
کو اور کل کائنات کو خدا کے دریائے نور میں غرق کر دیتا ہے اور
اس کو کچھ خبر نہیں ہوتی کہ کون اور کیا غرق ہوا ؎

تو در و گم شو کہ توحید این بود
گم شدن گم کن کہ تفرید این بود

اس مقام تفرید میں پہنچ کر سالک کو وحدۃ الوجود کی حقیقت کا انکشاف
ہوتا ہے اور وہ ایسا محو ہو جاتا ہے کہ اس کو اسم و رسم، وجود و عدم،
عبارت و اشارت، عرش و فرش اور اثر و خبر سے کوئی واقفیت نہیں ہوتی
اور اس مقام کے سوا کہیں اور جلوہ گر نہیں ہوتا۔ یہاں کے سوا اس کا
نشان کہیں اور ظاہر نہیں ہوتا۔

اس جگہ حضرت مخدوم اشرف نے بطور انتباہ لکھا ہے کہ توحید وجودی علم کے درجہ میں ہو یا شہود کے ابتدائی درجہ سے انتہائی درجہ میں ہو ہر درجہ میں بندہ بندہ ہے خدا خدا ہے اس لیے انا الحق سبحانی ما اعظم شانی (میں خدا ہوں میں پاک ہوں۔ اور میری شان کس قدر بڑی ہے) وغیرہ کہنا کلمات کفر ہیں۔

حضرت اشرف جہانگیر سمنانی چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر بڑی تحقیق اور عالمانہ بحث کی ہے اور بڑی شرح و بسط سے مسائل کو بیان کیا ہے اور توحید کی کئی قسمیں بتائی ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ توحید ایمانی یعنی قرآن مجید اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر اعتماد کر کے یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا ایک ہے۔

۲۔ توحید علمی ادراک باطن سے درجہ یقین تک پہنچنا کہ خدا کی ذات کے سوا کوئی موحد حقیقی اور موثر مطلق نہیں ہے۔ یہ [illegible] سے حاصل ہوتی ہے۔

۳۔ توحید رسمی اپنی ذہانت یا مطالعہ اشیاء یا سنی سنائی باتوں کی بنا پر خدا کو ایک کہنا۔ حضرت اشرف جہانگیر کے نزدیک توحید کا یہ تصور کوئی اثر نہیں رکھتا۔ اور یہ توحید اعتبار

گئے مدعجز سے سانطرب

۴. توحید حالی اس توحید میں موحد واحد کے وجود کے جمال میں ایسا مستغرق ہوجاتا ہے کہ اس کو واحد کی ذات وصفات کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ وہ واحد کی صفات کو اپنی تمام صفتوں سے ماوراء ہوکر دیکھتا ہے اور بحر توحید میں اپنے آپ کو صرف ایک قطرہ پاتا ہے توحید حالی کا یہ احساس مشاہدہ کے طور سے ہوتا ہے اس میں بشریت کے اکثر لوازم فنا ہوجاتے ہیں۔ اور جو باقی رہ جاتے ہیں ان سے اقوال وافعال سرزد ہوتے ہیں۔

لیکن حضرت جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اصلی اور حقیقی توحید توحید الٰہی ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی موحد ہو یا نہ ہو مگر خدا ازل الازل سے بذات خود وحدانیت اور فردانیت سے متصف ہے یعنی وہ تھا۔ اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں تھی اور وہ ہے اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں ہے اور ابدالآباد تک اسی طرح رہے گا اس حقیقت کے لیے یہ ضروری نہیں کہ کوئی موحد اس کو واحد کو بتائے۔

باب دوم

عبادت ایک پیشہ ہے

دوکان اس کی خلوت ہے، تقویٰ اس کا راس المال ہے اور نفع اس کا جنت ہے۔
(حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

"عبادت"

انسان کی پیدائش کی غرض و غایت عبادت و بندگی ہے۔ اسلام کی تعلیمات اور شریعت کے قوانین میں فرائض عبودیت کی تفصیلات ہیں پیدا ہونے سے مرنے تک سب مراحل اگر تعلیمات اسلام اور قوانین شریعت کے مطابق ہوں تو پوری زندگی ہی عبادت ہے۔

عبادت کا مفہوم اکثر مذاہب نے اپنے متبعین کے ذہن میں غلط طریقہ پر بٹھایا ہے اور ناقص و نامکمل طور پر پیش کیا ہے کسی نے عبادت میں اس قدر سختی اور دقت رکھی ہے کہ اس کا ادا کرنا ناممکن ہو گیا ہے۔ کسی نے اس کو اتنا آسان کر دیا ہے کہ اس سے مطیع اور غیر مطیع کا فرق و امتیاز ہی اٹھ گیا ہے اور اس سے طبیعت پہ کوئی اثر اور نتیجہ مرتب نہیں ہوتا کہیں بدن پر خاک مل کر دھونی لگا کر بیٹھنے کا نام عبادت ہے۔ کہیں صبح و شام سورج دیوتا کے سامنے آنکھیں بند کر کے بیٹھ جانا عبادت ہے

کسی نے آگ میں چند قیمتی اشیاء کو جلا کر راکھ کر دینا عبادت سمجھ لیا ہے اور کسی نے گوشۂ عبادت میں بیٹھ کر چند اشعار کا پڑھ لینا خدا کی فرمانبرداری خیال کر لیا ہے کوئی آٹھویں دن عبادت خانہ میں جا کر چند دعائیہ کلمات کا زبان سے ادا کر لینا خدائے قدوس کی رضا جوئی کا ذریعہ کامل سمجھتا ہے۔

ان میں سے بعض تو لغو بیہودہ اور خلاف فطرت ہیں اور بعض وہ ہیں جن میں عبودیت کی وہ شان نمودار نہیں ہوتی جو خود لفظ عبادت سے ظاہر ہے۔ دراصل جذبہ عبادت تو اسلام ہی سے لیا گیا ہے چونکہ مذاہب عالم میں سب سے پہلا اور سب سے آخری مذہب اسلام ہے۔ جس نے ایک نادیدہ معبود کا پتہ دیا اور اس کی عبادت کو زندگی کا مقصد ٹھہرایا لیکن اسلام کی عبادتیں بھی خود خدائے قدوس نے مقرر اور متعین فرمائیں جو مالک الملک اور خالق فطرت ہے اس لیے اسلام کی تمام عبادتیں وہ ہیں جو فی الحقیقت عبادتیں ہیں اور عبادت سے جو امور مقصود ہیں وہ بوجوہ احسن حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن دیگر مذاہب نے خود اختراع کیں۔ عبادت کے طریقے خود متعین کیے اور اپنی عقل و دماغ یا خواہشات کے مطابق خود بنائے اس لیے اس مسئلہ عبادت میں تمام خود ساختہ مذاہب سے ایک اہم غلطی یہ ہوئی کہ عبادت اور فرائض زندگی یعنی دین اور دنیا کو علیحدہ علیحدہ کر لیا حالانکہ عبادت کا منشا بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ مالک و آقا جس کام کے

کرنے کا حکم دے اس کو بجالایا جائے اور جس سے منع کرے اس کو چھوڑ دیا جائے۔

انسان کو عبد کہا گیا ہے اور عبد کا فرض اطاعت خداوندی ہے۔ جس کو اصطلاح شریعت میں عبادت کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس لیے حقیقی طور پر انسان وہی شخص کہلانے کا مستحق ہے جو شریعت کے مطابق عبادات کو بجالائے چونکہ وہ اسی غرض کے لیے پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالےٰ ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ یعنی میں نے جن اور انسان کو صرف اسی غرض کے لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں اس لیے جو شخص اس فرض کو بجالانے سے پہلوتہی کرتا ہے وہ درحقیقت انسان نہیں۔

عبد وہی ہے جو یہ سمجھ لے کہ میں ایک حاکم کا غلام ہوں جس کا نام خدا ہے بزرگ و برتر ہے۔ اسی کا بندہ ہوں، میرا وجود اس لیے ہے کہ میں اس کو پہچانوں اس کی فرمانبرداری اور بندگی کروں۔ اس غرض و غایت بندگی کو سمجھنے کے بعد وہ اپنی جان و مال پر اپنا کوئی قبضہ نہیں سمجھتا بلکہ اپنی تمام کائنات کو اپنے اختیار اور ارادے سے اللہ پاک کی ملکیت سمجھ کر اسی کے قبضہ اور اختیار میں دے دیتا ہے اور اپنی رضامندی اور خوشی سے اس مالک الملک اور خالق ارض و سما کو اپنی تمام مخلوقات پر قابض و متصرف بنا دیتا ہے۔ اپنے

ہاتھ پاؤں آنکھ ناک کان اپنے بیوی بچوں، اپنے مال و دولت جاہ و حشمت غرضیکہ اپنی مقبوضات میں سے کسی ایک چیز پر بھی اپنی خواہش اور اپنی مرضی سے تصرف نہیں کرتا۔

جو شخص خود کو عبد کہتا ہے اس کا ہر ایک کام معبود کے حکم کے مطابق ہوتا ہے اور اس معبود حقیقی کو اپنا مالک سمجھتا ہے وہ پھر کسی وقت اور کسی حالت میں بھی خود کو کسی دوسری طاقت کا بلکہ خود اپنی باطنی طاقت (نفس) کا بھی بندہ نہیں بنا سکتا اور اس کا کوئی کام اپنے اختیار و خواہش سے نہیں ہو سکتا۔ اس کا چلنا پھرنا، کھانا پینا، سونا جاگنا، تجارت و ملازمت کاشتکاری اور دستکاری، بیاہ شادی، خوشی غمی، دوستی اور دشمنی الغرض دنیاوی زندگی کے تمام چھوٹے بڑے کام اس آقا و مالک کے حکم کے ماتحت اور تمام کیفیات زندگی اس مولا کی مرضی کے مطابق ہوں گی۔ اس لیے بندۂ مومن کا ہر ایک دنیاوی کام اس کا دین اور ہر ایک "دینی" کام اس کی دنیا ہے۔ یہی عبادت ہے اور یہی اسلام ہے جیسا کہ باری تعالےٰ عزّ اسمہٗ و جل شانہٗ نے کلام پاک میں فرمایا ہے۔

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝

یعنی اے نبی (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ میری نماز

(جانی عبادت) اور میری قربانی (مالی عبادت) اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور یہی مجھے حکم ہوا ہے اور میں سب سے زیادہ فرمانبردار ہوں۔

خالقِ فطرت جل شانہ نے انسان کو ایک صحیح اور سچا مسلمان بنانے کے لیے چند اصول بنا دیئے ہیں۔ جن پر عمل کرنا ہر اس شخص کے لیے ضروری ہے جو خود کو مسلمان بنانا چاہتا ہے اور جو اسلام کے عالم افروز فیوض و برکات کے جلوۂ تاباں سے اپنی دنیا و آخرت کی تاریکیاں دور کرنے کا متمنی اور خواہشمند ہے۔ انہیں اصولوں کو ارکانِ دین کہتے ہیں۔

ارکان رکن کی جمع ہے اور رکن عربی میں ستون کو کہتے ہیں۔ جس طرح ایک عمارت میں چھتیں کھڑکیاں، دروازے الماریاں اور روشندان سب کچھ ہوتا ہے۔ لیکن ان کا سہارا اور قیام ستونوں پر ہوتا ہے۔ اسی طرح اسلام کی عمارت کے قیام کا دارومدار انہیں اصولوں پر ہے۔ اگر مکان میں سے ستونوں کو نکال دیا جائے تو کوئی مکان، مکان نہیں رہے گا۔ بلکہ ایک عالیشان عمارت کھنڈر بن کر رہ جائے گی۔ اسی طرح اگر ارکان اسلام کو چھوڑ دیا جائے تو پھر اسلام اسلام نہیں رہے گا۔ بلکہ ایک ڈھونگ ایک ڈھکوسلا اور ایک فریب نظر بن کر رہ جاتا ہے۔

آئندہ صفحات میں ارکان اسلام کی تعریف اور تشریح بیان کی جارہی

ہے۔ اور اس کے ساتھ ان ارکان سے متعلق بزرگان دین اور صوفیہ کرام کے اقوال بھی بیان کیے جا رہے ہیں جو اس کتاب کا اصل موضوع ہے۔

اس باب دوم عبادات کے چار حصے ہیں۔

پہلے حصہ میں "نماز" کا بیان ہے

دوسرے حصہ میں "روزہ" کا بیان ہے

تیسرے حصہ میں "حج" کا بیان ہے

چوتھے حصہ میں "زکوٰۃ" کا بیان ہے

باب دوم

عبادات

حصّہ اوّل

"نماز"

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نماز

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے یعنی توحید و رسالت کی گواہی کے بعد سب سے پہلا اور سب سے بڑا فرض نماز ہے نماز اللہ تعالیٰ کی خاص عبادت ہے جو دن رات میں پانچ مرتبہ فرض کی گئی ہے۔ قرآن کریم کی بے شمار آیتوں اور حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاتعداد احادیث مقدسہ میں نماز کی سخت تاکید فرمائی گئی ہے۔ اور اس کو دین کا ستون اور دین کی بنیاد کہا گیا ہے۔ نماز کی یہ خاص تاثیر ہے کہ اگر وہ ٹھیک طریقہ سے اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھتے ہوئے پورے دھیان اور خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھی جائے تو اس سے آدمی کا دل پاک صاف ہوتا ہے۔ اس کی زندگی درست ہو جاتی ہے برائیاں اس سے چھوٹ جاتی ہیں نیکی اور سچائی کی محبت اور خدا کا خوف اس کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم کو جہاں سے شروع کیجیے سورۂ فاتحہ کے بعد کلام ربانی کی
پہلی ہی سطر پڑھیے تو آپ دیکھیں گے کہ رب کائنات نے اپنے ماننے
والوں کی جو سب سے پہلی علامت بیان فرمائی ہے وہ ایمان بالغیب کے
بعد اقامت الصلوٰۃ یعنی نماز کا پڑھنا اور نماز کی پابندی ہے پھر قرآن مجید
کو پڑھتے جائیے تو معلوم ہوگا کہ ہر سورۃ میں اشارۃ یا صراحۃ جس چیز کے
کرنے کا تو بار بار تاکیدی حکم ملے گا وہ نماز ہے کہیں نماز کی تاکید ہے نماز
کی اہمیت ہے نماز کی فضیلت نماز کی تاکید اور نماز کی برکتیں ہیں

کہیں باری تعالے فرماتے ہیں۔

إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا

یعنی نماز مسلمانوں پر پابندی وقت کے ساتھ فرض ہے۔

کہیں فلاح وکامیابی کی نمازیوں کو بشارت دی گئی ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ

یعنی وہ ایماندار یقیناً کامیاب ہوگئے جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

یعنی وہ شخص کامیاب ہے جس نے کفر و شرک کی نجاست سے پاکیزگی
اور صفائی قلب حاصل کی یعنی ایمان لایا اور اپنے پروردگار کے

نام کو یاد کیا پھر نماز پڑھی۔

کسی جگہ اللہ جل شانہ' وعز اسمہ نے اس نماز کے سلسلہ میں جنت کا وعدہ فرمایا ہے

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ أُولٰٓئِكَ فِىْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ

یعنی جو لوگ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں، وہ لوگ جنت میں عزت اور تکریم حاصل کرنے والے ہوں گے۔

کہیں ترک نماز پر جہنم کی وعید دی گئی ہے۔

فِىْ جَنّٰتٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ مَا سَلَكَكُمْ فِىْ سَقَرَ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ه

یعنی جنتی مجرموں سے پوچھیں گے کہ تم کو جہنم میں کس چیز نے ڈالا، وہ کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں کم از کم سات سو بار نماز کا حکم دیا گیا ہے۔

حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ دستور مبارک تھا کہ جب کوئی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرتا تو آپ توحید کی تعلیم کے بعد سب سے پہلا عہد اس سے نماز ہی کا لیا کرتے تھے۔ حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

بین الکفر والایمان ترک الصلوٰۃ

یعنی کفر اور ایمان کے درمیان فرق کرنے والی اور تمیز کرنے والی چیز نماز ہے
حضرت ابو داؤد رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھ کو نماز ترک نہ کرنے کی وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔
جس نے قصداً نماز کو ترک کیا وہ اللہ کے ذمہ سے نکل گیا۔ حضرت عبداللہ
بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
نے فرمایا جس نے نماز کی حفاظت نہ کی اور اس کو وقت پر ادا نہ کیا تو قیامت
میں اس کے لیے کوئی حجت و دلیل نہ ہوگی اور اس کا حشر قارون، ہامان اور
ابی ابن خلف کے ساتھ ہوگا۔

نماز کی فرضیت کی فضیلت، اور اہمیت کے لیے ایک یہی دلیل کافی ہے۔
کہ اسلام کے سارے فرائض زمین پر فرض ہوئے تمام فرائض کے احکام سے سرزمین
مکہ اور مدینہ کو نوازا گیا لیکن جب نماز کے فرض کرنے کا وقت آیا تو ہادیٔ اعظم
صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش اعظم پر بلایا گیا۔ عزت خاص عطا کی گئی معراج شریف
کی مبارک رات میں ساتوں آسمانوں سے بھی آگے بلا کر اس مقام اعلیٰ پر یہ نماز
فرض کی گئی۔ جہاں فرشتوں کی بھی رسائی نہیں باقی دیگر احکامات روزہ، حج، زکوٰۃ
اور جہاد غرض تمام احکام و فرائض ملائکہ اور فرشتوں کے ذریعہ دیے گئے لیکن
نماز اس قدر اہم اور اتنا اعلیٰ وارفع فریضہ ہے اور خدائے قدوس کا اس
قدر محبوب اور پسندیدہ حکم تھا کہ اس کے لیے کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ ذریعہ

اختیار نہیں کیا گیا بلکہ خود بلا واسطہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا گیا گویا ایک بہت بڑی امانت تھی، بہت ہی نایاب تحفہ تھا، ایسا بیش بہا عطیہ تھا جس کو باری تعالےٰ نے بذات خود عطا فرمایا۔

ہر مذہب و ملت میں عبادات کے طریقے معین ہیں لیکن اسلام میں نماز بارگاہ رب العزت میں حاضر ہو کر رب اعلیٰ وعظیم سے صلاح و فلاح اور خیر کی ایک مؤدبانہ درخواست ہے۔ رحمن و رحیم سے بندگی کے عہد و پیمان پر قائم رہنے اور سرکشی اور گمراہی سے محفوظ رکھنے کا معروضہ ہے ایک فقیر بے نوا اپنے حقیقی منعم و معطی، اپنے داتا کے سامنے سرنگوں ہو کر بھیک مانگتا ہے۔ اگر اس ادراک و نیت سے نماز پڑھی جائے تو اس سے خشوع بھی ہو گا اور شعور قلب بھی۔ ایسی ہی نماز سے تطہیر جسم و روح ہو گی۔ بندگی کا شعور بھی قائم ہو گا اور بندگی کے اعلیٰ مدارج حاصل کرنے کی قابلیت بھی پیدا ہو گی۔ نماز کے ذریعہ سے ہم کو اللہ تعالےٰ کے رب (ہمارا) ہونے کی ہر وقت یاد تازہ رہتی ہے۔ اپنی محتاجی، بندگی اور اپنی ماہیت کی حقیقت پیش نظر رہتی ہے اور ان ہی باتوں سے نفس کا تزکیہ ہوتا ہے اور بندگی کے تمام تعلقات میں خدا اور رسول کی اطاعت کا والہانہ جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

ذیل میں چند احادیث مقدسہ نماز کے بارے میں لکھی جاتی ہیں۔

۱۔ جان بوجھ کر نماز ترک نہ کرو جو جان بوجھ کر نماز ترک کرے وہ مذہب سے نکل جاتا ہے (ابن ماجہ)

۲۔ جس شخص کی ایک نماز فوت ہوئی وہ ایسا ہے جیسے اس کا گھر بار سب چھن گیا (نسائی)

۳۔ جو شخص نماز نہ پڑھے اس کا دین ہی نہیں نماز کا تعلق دین سے ایسا ہے جیسے سر کا بدن کے ساتھ (طبرانی)

۴۔ قرۃ عینی فی الصلوٰۃ یعنی نماز میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے (صحیحین)

لیکن نماز کی برکتوں کے حصول کے لیے اور اس کے ذریعہ فلاح و نجات حاصل کرنے کے لیے یہ شرط ضروری قرار دی گئی ہے کہ نماز خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کی جائے حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن جس عمل کا سب سے پہلے حساب ہوگا وہ نماز ہے اگر وہ کامل نکلی تو بندے کے تمام اعمال مقبول ہوں گے اور اگر وہ ناقص ہوئی تو اس کے دوسرے عمل بھی مردود ہوں گے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کا رکوع و سجود پوری طرح خشوع و خضوع کے ساتھ ادا نہ کرے تو وہ سیاہ رنگ کی شکل میں نکلتی ہے اور اپنے پڑھنے والے سے کہتی ہے اللہ تعالےٰ تجھے ایسا ہی ضائع کرے جیسا تو نے مجھے ضائع کیا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہاں پہنچتی ہے جہاں اللہ تعالےٰ چاہتا ہے تو وہ

اور سب ستون ہی گر جائے گا تو گھر گر پڑے گا۔ فرمایا جس نے نماز میں خلل ڈالا اس نے اپنے دین اور اسلام کو خراب کیا۔ نماز کی اہمیت کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا گزر شام کے قریب ایک شہر میں ہوا اس شہر کے باہر ایک غار تھا ایک بزرگ اس میں سکونت پذیر تھے۔ خوف اور ہیبت الٰہی سے ان کے بدن پر گوشت اور پوست نہ تھا صرف ہڈیاں ہی رہ گی تھیں ایک سجادہ پر متمکن تھے میں ادب سے قریب جاکر بیٹھ گیا دریافت فرمایا کہاں سے آرہے ہو میں نے جواب دیا بغداد سے فرمایا خوب آئے لیکن مناسب ہے کہ درویشوں کی خدمت کرتے رہو تاکہ تم کو ذوق درویشی حاصل ہو۔ مجھے کئی برس اس غار میں رہتے ہوئے گذر گئے تمام دنیا سے علٰحدگی اختیار کرکے اس غار میں چھپا بیٹھا ہوں ایک بات سے ایسا ڈرتا ہوں کہ رات دن روتے گذرتے ہیں میں نے پوچھا حضرت وہ کون سی بات ہے فرمایا نماز جس وقت ادا کرتا ہوں۔ خوف معلوم ہوتا ہے۔ کہ کہیں کوئی شرط فروگذاشت نہ ہوگئی ہو۔ اور میری ساری محنت اکارت ہوکر یہی نماز موجب عتاب خداوندی ہو۔ فرمایا نماز کو مومن کی معراج کہا گیا ہے۔ اس لیے چاہیئے کہ جب وہ نماز پڑھے۔ تو اس طرح گویا کہ انوار تجلی کا مشاہدہ کر رہا ہے۔

خواجہ غریب نواز نے پاکیزگی اور طہارت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا "جو لوگ طاہر ہیں اور وہ بہشت کی نعمت میں مستغرق رہتے ہیں ان کے متعلق مرقوم ہے کہ جو بندہ رات کو باطہارت سوتا ہے فرشتہ کو ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ جب تک وہ بیدار نہ ہو اس کے پاس رہو فرشتہ عرض کرتا ہے کہ خداوندا اس بندے کو بخشدے کہ نیک ہے اور طہارت کے ساتھ سویا ہے۔

پھر فرمایا "شرح عارفاں میں آیا ہے کہ جو بندہ باطہارت سوتا ہے فرشتے اس کی روح زیر عرش لے جاتے ہیں۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ اس کو خلعت نور پہنایا جائے جب وہ سجدہ کرتا ہے ارشاد ہوتا ہے کہ یہ نیک بندہ ہے جو رات کو باطہارت سویا تھا اور جو بے طہارت سوتا ہے اس کی روح کو آسمان اول سے گرا دیتے ہیں۔

حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار نماز کے موضوع پر وعظ فرماتے ہوئے کہا "کہ نماز میں لوگ منزل گاہ عزت کے قریب ہوتے ہیں چونکہ نماز مومن کی معراج ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے "الصلوٰۃ معراج المومنین" یعنی نماز مومن کی معراج ہے۔ نماز ایک راز ہے جو بندہ اپنے پروردگار سے کہتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا

ہے "المصلی یناجی ربہ" یعنی نماز پڑھنے والا اپنے پروردگار سے راز کہتا ہے۔ نماز بندوں کے لیے خدا کی امانت ہے پس بندوں کو چاہیئے کہ اس کا حق اس طرح ادا کریں کہ اس میں کوئی خیانت واقع نہ ہو۔ فرمایا بخارا میں میں نے دستار بندوں سے حکایت سنی ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے سرورِ عالم کو خواب میں دیکھا کہ آپ ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ رہے ہیں اور وہ رکوع اور سجدہ کا پورا حق ادا نہیں کرتا جب وہ نماز پڑھ چکا تو آپ نے اس سے دریافت فرمایا "کہ تو کتنے روز سے اس طرح نماز پڑھتا ہے اس نے عرض کیا "چالیس سال سے" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس چالیس سال کے عرصہ میں تمہاری کوئی نماز نہیں ہوئی اس درمیان میں اگر تم مر جاتے تو میری سنت پر نہ ہوتے۔

فرمایا میں نے حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ قیامت کے دن کل انبیاء و اولیاء اور تمام مسلمانوں سے نماز کا حساب ہوگا۔ پس جو نماز سے عہدہ برآ ہوگا خوشی پائے گا اور جو اس کے جواب سے قاصر رہے گا عذابِ دوزخ میں مبتلا ہوگا۔

فرمایا اول راہ شریعت ہے

دوم راہِ طریقت ہے

سوم راہ معرفت ہے۔

چہارم راہِ حقیقت ہے۔

طالب جب ثابت قدم رہتا ہے تو ترقی کرتا ہوا مرتبہ حقیقت پر پہنچتا ہے۔ اس مقام پر پہنچنے کے بعد جو کچھ مانگا جاتا ہے وہ حاصل ہوتا ہے۔ ایک موقعہ پر زبان گوہر بار سے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے ایک بزرگ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ عارف وہ ہے جو دونوں جہان ترک کر کے مجرد ہو جائے اور مقام فردانیت پر پہنچے چونکہ جو اس مقام پر ہوتا ہے۔ وہ دو جہان سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔ فرمایا بغداد کی جامع مسجد میں میں نے مولانا عمادالدین بخاری سے یہ بات سُنی تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خدائے عزوجل نے دوزخ کی صفت میں بیان فرمایا کہ اے موسیٰ میں نے دوزخ میں ہاویہ وادی پیدا کی ہے اور وہ ساتواں دوزخ ہے اس میں سخت عذاب ہے اور وہ بہت ہی ہولناک و تاریک ہے۔ نیز اس میں سانپ بچھو اور گندھک کے پہاڑ ہیں۔ جنھیں روزانہ جلایا جاتا ہے۔ پس اے موسےٰ اگر اس کبریت کا ایک قطرہ دنیا میں آ جائے تو تمام دنیا کا پانی خشک ہو جائے اور ان کی تیزی سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں اور زمین کے ساتوں طبق اس کی تیزی سے پھٹ جائیں۔ اے موسیٰ اتنا سخت عذاب ہم نے دو گروہوں کے لیے پیدا کیا ہے ایک وہ گروہ جو تارک نماز ہے دوسرے وہ لوگ جو میرے نام کی جھوٹی قسم کھاتے ہیں۔

۳۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احکام شریعت کی پابندی سالک کے لیے لازمی قرار دی ہے فرمایا سالک سکر یا کسی حال میں ہو اس کا کوئی فعل شریعت مطہرہ کے خلاف نہیں ہونا چاہیئے چنانچہ وہ خود جب کبھی عالم سکر میں بیہوش ہوتے تو نماز کے وقت ہوش میں آجاتے اور نماز ادا کر کے پھر بیہوش ہو جاتے ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام معصوم اور اولیاء کرام محفوظ اس لیے ہوتے ہیں کہ ان سے عالم سکر میں بھی کوئی فعل خلافِ شریعت سرزد نہیں ہوتا

۴۔ حضرت بابا گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات نماز، روزہ، حج زکوٰۃ اور دوسرے شرعی امور کے متعلق بے شمار ہیں خود حضرت بابا صاحب نے کسی حالت میں جادہ شریعت سے تجاوز کرنا پسند نہیں فرمایا۔ عالم سکر میں ہوتے تو نماز کے وقت عالم صحو میں آجاتے۔ ایک مرتبہ نماز کے متعلق فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دینی و دنیاوی نعمت جو اٹھارہ ہزار عالم میں پیدا کی ہے وہ در اصل نماز ہے۔ آپ نماز باجماعت کی بڑی پابندی کرتے تھے اور اپنے مریدوں کو تلقین فرماتے کہ اگر دو آدمی بھی ہوں تو جماعت قائم کر لینی چاہیئے۔ ایک مرتبہ اپنے مریدوں کو ایک بزرگ کے قول کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ مرنے کے وقت اس سے ایمان کو جدا کر دیتا ہے۔

۵۔ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے نماز کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ نماز باجماعت کا ثواب بہتر ہے۔ افضل الفوائد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی ظہر کی نماز پڑھتا ہے اللہ تعالےٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے کیونکہ یہ وہ ساعت ہے کہ اس وقت دوزخ کو گرم کرتے ہیں اور جو کوئی نماز عصر ادا کرتا ہے۔ وہ تمام گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے کہ گویا ابھی ابھی بطن مادر سے پیدا ہوا ہے اور نماز عصر کی ساعت وہ ہے جب آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ آدم علیہ السّلام چونکہ اس ساعت میں مغفور ہوئے تھے اس لیے جو کوئی نماز مغرب ادا کرتا ہے وہ جو حاجت خدا تعالےٰ عزوجل سے چاہے پوری ہوتی ہے اور نماز عشا کے لیے جو مومن مسجد میں جاتا ہے اللہ تعالےٰ اس کو ہر قدم کے عوض ایک نور عطا فرماتا ہے تاکہ اس کی روشنی میں وہ سلامتی سے پل صراط سے گذر جائے اور وہ قبر کی تاریکی اور ہول قیامت سے امن میں رہتا ہے۔ اور میری اُمت میں سے جو مومن چالیس نمازیں فجر کی باجماعت ادا کرتا ہے خدا تعالےٰ اس کو آتش دوزخ سے بچاتا ہے۔

۶۔ حضرت شیخ برہان الدین غریب نے فرمایا کہ ظاہری نماز کا تعلق شریعت کے مطابق اعتبار سے ہے اور باطن کی نماز طریقت کی رو سے دل کا تفکر

ہے اور قلب درد کی نماز فیض سے حاصل ہوتی ہے اور وہ حقیقت
کی نماز ہے ۔جو اس ظاہر میں تو کعبہ کی طرف رخ کرتے ہیں لیکن ان کی توجہ
رب کعبہ کی طرف ہوتی ہے سجدہ جسم تو خشوع ہے اور سجدہ دل خشوع
ہے سجدہ میں پیشانی اگر زمین پر ہے اور دل ہر طرف دوڑ رہا ہے ۔ تو
ایسا سجدہ مسجود تک نہیں پہنچتا بلکہ مردود ہو جاتا ہے ۔حضور دل کے
ساتھ تھوڑی سی نماز بے حضوری کی بہت سی نمازوں سے افضل ہے
نماز پڑھنے والے اگر اپنی نماز کی بربادی سے واقف ہو جاتے ہیں یعنی
ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کی نماز قبول نہیں ہوئی تو پھر ان کو دعا مانگنے
میں شرمندگی محسوس ہوتی ہے ۔

۷. حضرت اشرف جہانگیر سمنانی رحمتہ اللہ علیہ نے نماز کے متعلق فرمایا کہ
نماز کے لیے ایک سالک وضو کرتا ہے ۔ تو اس یہ کہ

۱۔ اس کی جسمانی طہارت ہو
۲۔ اس کی دماغی طہارت یعنی اس کا ذہن اوہام و وساوس سے پاک ہو۔
۳۔ اس کے حواس باطن پاک ہوں
۴۔ اس کی روح پاک ہو۔

فرمایا نماز میں خشوع و خشوع ضروری ہے ورنہ اس کی مثال قالب
بے جان کی ہوگی ۔ نماز میں حسب ذیل چیزوں سے لذت ملتی ہے ۔

(۱) حضورِ قلب (۲) فہم معانی
(۳) تعظیم و ہیبت (۴) خوف و رجا
(۵) حیا

ایسی لذت بھری نماز میں سالک نور کا مشاہدہ کرتا ہے جو اس کے تمام جسم میں سرایت کر جاتا ہے اور اس سے اس پر سکر کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

۸۔ حضرت سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کو نماز کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سالکوں کو ہمیشہ با وضو رہنا چاہیئے۔ ہر فرض نماز کے لیے تازہ وضو کرنا بہتر ہے وضو کے بعد تحیۃ الوضو ادا کریں بے وضو نہ سوئیں اگر رات کے وقت بیدار ہو جائیں تو وضو کریں۔ اور دوگانہ ادا کریں۔ وضو کرنے میں کسی سے بات چیت نہ کریں۔ اور اس کا خیال رکھیں کہ ان کا ہر عضو دوسرے سے علیحدہ بھی ہے۔ اور ملا ہوا بھی۔

صبح ہونے سے پہلے اگر رات کی تاریکی باقی ہے تو رات کے باقی ماندہ نفلوں کو پورا کریں فجر کی نماز اول وقت ادا کریں، فجر، عشا اور مغرب کی نماز میں قرأت لمبی نہ ہو۔ نماز میں حضورِ قلب مقدم ہے۔ فجر کی سنتیں پڑھنے کے وقت سے اشراق کی نماز پڑھنے تک

حتی الوسع کسی سے نہ بولیں
اشراق سے پہلے ہلکی سی نیند لے کر آرام کریں تاکہ بیداری شب کی تکان
دور ہو جائے اور دوسرے وقت کے اوراد و وظائف میں گرانی پیدا
نہ ہو اور مشغول نہ رہیں۔ پھر آرام کے بعد اشراق کی نماز ادا کریں۔ اشراق
کے بعد اور چاشت سے پہلے اوراد و وظائف میں مشغول رہیں۔ تلاوت
کلام پاک بھی کریں۔ تلاوت کے بعد سلوک کی کتابیں پڑھیں۔ پھر چاشت
کی نماز اس طرح ادا کریں کہ چار رکعت تو اشراق سے متصل پڑھیں۔
چار چاشت پر وقت گزر جانے کے بعد، اور چار چاشت کے زوال پر
ادا کی جائیں۔ زوال کے وقت قیلولہ کریں تاکہ شب بیداری میں راحت
ہو۔ زوال کے بعد دو رکعت نماز ادا کرکے اوراد میں مشغول ہوں۔ زوال
اس کے بعد تلاوت یا مراقبہ کریں مراقبہ بہتر ہے۔
نماز ظہر، عصر اور مغرب ہر نماز اول وقت پر ادا کریں۔ طلوع آفتاب سے
پہلے اور غروب آفتاب کے بعد [illegible] نماز نہ پڑھیں۔ عصر کی نماز
[illegible] کے وقت [illegible] مغرب کی نماز کے بعد
اگر طبیعت میں کچھ گرانی [illegible] کر لیں۔ پھر عشا کی
نماز پڑھیں لیکن [illegible] عشا کی نماز کے بعد آدھی رات
[illegible] وقت ہے۔ آرام کے بعد عشا کی نماز [illegible] نشاط پیدا ہوتا

ہے اور بقیہ تمام رات نفل پڑھنے ذکر اور فکر کرنے میں ذوق پیدا ہوتا ہے

رات کو تین حصوں میں تقسیم کریں۔

پہلے حصہ میں اوراد و وظائف میں مشغول رہیں

دوسرے حصہ میں سوئیں

تیسرے حصہ میں ذکر اور مراقبہ کریں۔

بعض صوفیہ مغرب کے وقت صرف پانی سے روزہ کھولتے ہیں پھر عشا تک نوافل میں مشغول رہتے ہیں اور عشا کے بعد کچھ کھاتے ہیں۔ پھر سو رہتے ہیں۔

سالکوں کی نیند بھی ایک زمانے تک عبادت ہوتی ہے وہ سوئیں تو اپنے رب سے باخبر رہیں اور سوتے وقت سمجھیں کہ یہ اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور اللہ کی توفیق سے ہے اور اللہ ہی کے لیے ہے اور اللہ ہی کی جانب سے ہے۔ جو نیند اللہ کو بھلا دے۔ وہ قابل مذمت ہے۔ بعض صوفیہ کو نیند میں ایسی باتیں معلوم ہوتی ہیں جن سے وہ بیداری میں مطلع نہیں ہوتے۔ کم سونے کے لیے کھانے اور پینے میں تقلیل ضروری ہے۔ رات کے آخری حصہ میں اٹھ کر تہجد پڑھیں۔ تہجد کے بعد اوراد و وظائف، تلاوت کلام پاک ذکر اور مراقبہ میں مشغول ہوں لیکن ان سب میں مراقبہ عزیز ترین مشغلہ ہے۔

فرمایا اگر کوئی سالک شہرت کی خاطر عبادت و ریاضت کرتا ہے تو
وہ کافر ہے اور اگر شہرت کے ڈر سے عبادت و ریاضت کو ترک کرتا
ہے تو وہ ریاکار اور منافق ہے۔ اگر ایک سالک کمالات کے اعلیٰ درجہ
پر پہنچ جائے تو بھی اپنے اوراد و وظائف کے معمولات کو ترک نہ کرے۔

سلطان الاصفیاء ہیں حضرت شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ
نے نماز کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ عالموں
کی نماز دو طرح کی ہوتی ہے اور فقیروں کی اور ...... علماء کی نماز اس
طرح ہوتی ہے کہ ان کی نظر کعبہ پر مبنی ہے اور نماز ادا کرتے ہیں اور
اگر کعبہ دکھائی نہ دے تو اس طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں۔ اور اگر
کسی ایسے مقام پر ہوں جہاں سمت نہ معلوم ہو سکے تو جس طرف چاہیں نماز
ادا کر لیتے ہیں۔ علماء کی نماز انہی تین قسم کی ہوتی ہے لیکن فقیر جب تک
عرش کو نہیں دیکھ لیتے نماز ادا نہیں کرتے۔

حضرت صوفی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص
محبت کا دعوےٰ کرے اور جب رات آئے اپنے محبوب کے ساتھ
نہ سوئے اس کا نام جھوٹوں کے دفتر میں لکھا جائے گا۔ اس لیے سالک
کے لیے رات کو قیام کرنا لازمی اور ضروری ہے۔

نماز کے بارے میں چند حکایات و واقعات

حضورؐ کا تمام رات نماز پڑھنا

ایک شخص نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ حضورؐ کی کوئی عجیب بات جو آپ نے دیکھی ہو وہ سنائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر بات عجیب تھی ایک دن رات کو میرے پاس تشریف لائے اور لیٹ گئے پھر فرمانے لگے چھوڑو میں اپنے رب کی عبادت کروں یہ فرما کر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور رونا شروع کیا۔ یہاں تک کہ آنسو سینہ مبارک تک بہنے لگے پھر رکوع فرمایا اس میں بھی اسی طرح روتے رہے پھر سجدہ کیا اس میں بھی اسی طرح روتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر صبح کی نماز کے لیے آواز دی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ

اس قدر روئے حالانکہ آپ معصوم ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کیا میں شکر گزار
بنوں پھر فرمایا میں ایسا کیوں نہ کرتا حالانکہ آج مجھ پر یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں
اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آل عمران کا آخر رکوع۔

حضور کا چار رکعت میں چھ پارے پڑھنا

حضرت عوف رضی اللہ تعالےٰ عنہ

کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھا حضور صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسواک فرمائی وضو فرمایا اور نماز کی نیت باندھ لی میں بھی
حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا۔ حضور صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ بقرہ ایک رکعت میں پڑھی اور جو آیت رحمت کی آتی
اس جگہ دیر تک رحمت کی دعا مانگتے رہتے اور جو آیت عذاب کی آتی اس جگہ
دیر تک عذاب سے پناہ مانگتے رہتے۔ سورۂ کے ختم پر رکوع کیا اور اتنا ہی
لمبا رکوع کیا جتنی دیر میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی اور رکوع میں سبحان ذی الجبروت
والملکوت والعظمۃ پڑھتے رہتے پھر اتنا ہی لمبا سجدہ کیا اس کے بعد دوسری
رکعت میں اسی طرح سورۂ آل عمران پڑھی اور اسی طرح ایک ایک رکعت میں
ایک ایک سورۂ پڑھتے رہے اس طرح چار رکعتوں میں سوا چھ پارے ہوتے ہیں
اسی طرح حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بھی اپنا ایک قصہ حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز پڑھنے کا نقل کیا ہے کہ چار رکعتوں میں

چار سورتیں سورۃ بقرہ سے لے کر سورۃ مائدہ کے ختم تک پڑھیں ان چار سورتوں کے سوا چھ سیپارے ہوتے ہیں جو حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار رکعتوں میں پڑھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ قرآن پاک تجوید و ترتیل کے ساتھ تلاوت فرماتے تھے۔

ایک مہاجر اور ایک انصاری کی چوکیداری اور مہاجر کا نماز میں تیر کھانا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے شب کو ایک جگہ قیام فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ آج شب کو حفاظت اور چوکیداری کون کرے گا ایک مہاجر اور ایک انصاری حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ ہم دونوں کریں گے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پہاڑی جہاں سے دشمن کے آنے کا راستہ ہو سکتا تھا اس کے متعلق فرمایا کہ اس پر دونوں قیام کرو دونوں وہاں چلے گئے وہاں جا کر انصاری نے مہاجر سے کہا کہ رات کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ میں آپ سوئیں میں جاگتا رہوں گا دوسرے حصہ میں آپ جاگیں میں سوؤں گا چونکہ دونوں کے رات بھر جاگنے میں یہ بھی احتمال

ہے کہ کسی وقت نیند کا غلبہ ہو جائے اور دونوں کی آنکھ لگ جائے اگر کوئی
خطرہ جاگنے والے کو محسوس ہو تو اپنے ساتھی کو جگا لے رات کا پہلا آدھا
حضرت انصاری کے جاگنے کا قرار پایا اور مہاجر سو گئے۔ انصاری نے نماز کی
نیت باندھ لی۔ دشمن کی جانب سے ایک شخص آیا اور دور سے کھڑے ہوئے
شخص کو دیکھ کر تیر مارا اور جب کوئی حرکت نہ ہوئی تو دوسرا اور اسی طرح تیسرا
تیر مارا اور ہر تیر ان کے بدن میں پیوست ہوتا رہا اور یہ ہاتھ سے اس کو بدن
سے نکال کر پھینکتے رہتے تھے اس کے بعد اطمینان سے رکوع کیا، سجدہ کیا، نماز
پوری کر کے اپنے ساتھی کو جگایا۔ وہ تو ایک کی جگہ دو کو دیکھ کر یہ خیال کر
کے بھاگ گیا کہ نہ معلوم کتنے لوگ ہوں گے مگر ساتھی نے جب اٹھ کر دیکھا
تو کئی جگہ سے خون بہ رہا تھا۔ مہاجر نے کہا تم نے مجھے شروع ہی میں کیوں
نہ جگا لیا۔ انصاری نے کہا کہ میں نے ایک سورۃ (سورۂ کہف) شروع کر
رکھی تھی میرا دل نہ چاہا کہ اس کو ختم کرنے سے پہلے رکوع کروں۔ اب
مجھے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو میں بار بار تیر لگنے سے مر جاؤں اور
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حفاظت کی خدمت میرے سپرد فرمائی ہے
وہ فوت ہو جائے اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا تو میں مر جاتا مگر سورۃ ختم کرنے
سے پہلے رکوع نہ کرتا۔

* * *

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نماز میں خیال آ جانے سے باغ وقف کرنا

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایک مرتبہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے ایک پرندہ اڑا اور چونکہ باغ گنجان تھا اس لیے اس کو جلدی سے باہر نکلنے کا راستہ نہ ملا کبھی اس طرف کبھی اس طرف اڑتا رہا اور نکلنے کا راستہ ڈھونڈتا رہا ان کی نگاہ اس پر پڑی اور اس منظر کی وجہ سے ادھر خیال لگ گیا اور نگاہ اس پرندہ کے ساتھ پھرتی رہی دفعۃً نماز کا خیال آیا تو سہو ہو گیا کہ کون سی رکعت ہے نہایت قلق ہوا کہ اس باغ کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی کہ نماز میں بھول ہوئی فوراً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا قصہ عرض کر کے درخواست کی کہ اس باغ کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی اس لیے میں اس کو اللہ کے راستہ میں دیتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں دل چاہے اس کو صرف فرما دیجیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نماز کی وجہ سے آنکھ نہ بنوانا

حضرت عبد اللہ بن عباس کی آنکھ میں جب پانی اتر آیا تو آنکھ بنانے والے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اجازت ہو تو ہم آنکھ بنا دیں لیکن پانچ دن تک آپ کو احتیاط کرنی پڑے گی کہ سجدہ بجائے زمین کے کسی اونچی لکڑی

پڑھنا ہوگا۔ انہوں نے فرمایا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا واللہ ایک رکعت بھی اس طرح پڑھنا مجھے منظور نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مجھے معلوم ہے کہ جو شخص ایک نماز بھی جان کر چھوڑ دے وہ حق تعالیٰ جل شانہ سے اس طرح ملے گا کہ حق سبحانہ وتقدس اس پر ناراض ہوں گے۔

نماز میں استغراق کی انتہا

حضرت شیخ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں ایک ایسا موذی پھوڑا نکل آیا کہ ہاتھ کاٹ دینے کے سوا کوئی علاج نہ تھا جراحوں نے کہا ہاتھ کٹوا دیجئے آپ اس پر رضامند نہ ہوئے۔ آپ کے مریدوں نے جراح سے کہا کہ شیخ جب نماز میں مشغول ہوں تو ہاتھ کاٹ لینا چنانچہ جراح نے نماز کی حالت میں ہاتھ کاٹ لیا اور آپ کو خبر نہ ہوئی۔

نماز باجماعت کی اہمیت

ایک دفعہ حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جماعت فوت ہوگئی آپ کو اس کا شدید صدمہ ہوا ایک دو ملنے والوں نے اظہار افسوس کیا اس پر آپ رونے لگے اور فرمایا کہ اگر میرا ایک بیٹا مر جاتا تو آدھا بلخ تعزیت کے لیے آتا لیکن میری نماز جماعت کے فوت ہو جانے پر ایک دو آدمیوں نے تعزیت کی اس کی وجہ یہ ہے کہ دین کی مصیبت لوگوں کی نگاہوں میں دنیا کی مصیبت سے کم ہے۔

قبلہ کی تکریم

ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو خبر ہوئی کہ فلاں جگہ ایک بہت بڑے بزرگ آئے ہوئے ہیں۔

حضرت بایزید بزرگوں کی زیارت اور صحبت کو اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے تھے وہ کچھ دوستوں کے ہمراہ انکی قیام گاہ پر تشریف لے گئے وہاں دیکھا کہ انہوں نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ اسی وقت بغیر ملاقات کے واپس لوٹ آئے اور فرمایا کہ اگر یہ شخص ولی اللہ ہوتا اور اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بتائے ہوئے آداب قبلہ کی خبر ہوتی تو قبلہ کی طرف منہ کر کے نہ تھوکتا۔

احترام مسجد حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جس مسجد میں نماز پڑھتے تھے وہ آپ کے گھر سے چالیس قدم کے فاصلہ پر تھی۔ آپ اس مسجد کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ تمام عمر میں ایک دفعہ بھی راستہ میں نہیں تھوکا۔

جماعت کی پابندی حضرت عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نماز باجماعت کے اس قدر پابند تھے کہ بڑھاپے میں جب کہ ضعف و نقاہت کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے گدھے پہ سوار ہو کر مسجد میں جایا کرتے تھے جو ان کے مکان سے کافی فاصلہ پر تھی پھر گدھے پر بھی خود سوار نہیں ہو سکتے تھے بلکہ ان کا کوئی خادم یا شاگرد سوار کراتا تھا۔ ان کے شاگرد سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ عمرو بن دینار کسی حالت میں بھی مسجد میں جانا ترک نہیں کرتے تھے۔ جب میں کمسن تھا تو میں گدھے پر سوار کر کے ان کو مسجد لے جاتا تھا جب میں بڑا ہو گیا تو

ان کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر مسجد میں لے جانا تھا۔

ابو عبداللہ شیخ

نماز اللہ کے لیے ہے نہ کہ بادشاہ کے لیے

ابن بطوطہ اپنے سفرنامے میں لکھتے ہیں۔ شیراز کی سیاحت سے فارغ ہو کر میں خوارزم گیا وہاں حضرت شیخ بدر الدین اعظم رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ شیخ کے فضل و کمال کی بڑی شہرت تھی وہ شاہی جامع مسجد کے امام اور خطیب تھے۔ جمعہ کے دن میں بھی ان کے ساتھ گیا جب خطبہ اور نماز کا وقت ہو گیا تو شیخ ممبر پر گئے اس موقعہ پر سلطان کے ایک معتمد نے حاضر ہو کر کہا کہ اے شیخ آج خطبہ اور نماز میں تاخیر کیجئے یہ سلطان کا حکم ہے۔ یہ الفاظ سن کر فرط غضب سے شیخ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا نماز اللہ کے لیے ہے یا سلطان کے لیے یہ کہہ کر حسب معمول خطبہ پڑھا اور نماز پڑھنے لگے۔ ایک رکعت کے بعد سلطان آیا اس وقت تمام مسجد نمازیوں سے پُر تھی۔ سلطان سمٹ کر ایک صف کے گوشہ میں کھڑا ہو گیا اور بڑی تکلیف سے نماز ادا کی جب نماز ہو چکی تو سلطان نے جا کر شیخ کا ہاتھ پکڑ لیا اور ان کی حق پرستی کا شکریہ ادا کیا اور اپنی غلطی کے لیے معذرت کی۔ شیخ نے کہا اسلام کا مطلب ہر چھوٹے بڑے کو ایک سطح پر لانا ہے۔ اس جگہ ادنٰی اور اعلٰی کا کوئی سوال نہیں۔ سلطان نے جزاک اللہ کہا اور شیخ کا ہاتھ چوم لیا۔

اہلِ حق کی نماز

حضرتِ حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک بزرگ عصام رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ آپ نماز کس طرح پڑھتے ہیں۔

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو پہلے نہایت اطمینان سے اچھی طرح وضو کرتا ہوں پھر مسجد چلا جاتا ہوں۔ اور نہایت اطمینان سے کھڑا ہوتا ہوں کہ گویا بیت اللہ میرے منھ کے سامنے ہے اور مقام ابراہیم میری دونوں ایڑیوں کے درمیان ہے۔ میرا پاؤں پل صراط پر ہے۔ بہشت میری دائیں جانب ہے اور دوزخ بائیں جانب موت میرے پیچھے کھڑی ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ میری آخری نماز ہے پھر شاید کوئی نماز میسر نہ ہو دل کو اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دیتا ہوں۔ اس کے بعد نہایت عاجزی کے ساتھ تکبیر کہتا ہوں پھر پوری ہیبت کے ساتھ قرآن پاک پڑھتا ہوں۔ نہایت عجز کے ساتھ رکوع کرتا ہوں۔ نہایت تضرع کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں۔ نہایت حلم کے ساتھ تعوذ کرتا ہوں اور شکر کے ساتھ سلام پھیرتا ہوں۔ اس طرح اللہ تعالےٰ کی رحمت سے اپنی نماز کے قبول ہونے کی امید رکھتا ہوں اور اپنے اعمال کے مردود ہو جانے کا خوف کرتا ہوں۔

حضرت عصام رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کتنے عرصہ سے اس طرح نماز پڑھتے ہیں فرمایا تیس برس سے یہ سن کر عصام رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے اور کہا کہ مجھے آج تک ایک بھی ایسی نماز نصیب نہیں ہوئی۔

باب دوم

عبادات

(حصّہ دوم)

"روزہ"

روزہ

حدیث شریف میں ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔

۱۔ توحید و رسالت کی شہادت

۲۔ اقامتِ صلوٰۃ

۳۔ صومِ رمضان

۴۔ ادائیگی زکوٰۃ

۵۔ فریضہ حج

اسلام میں نماز کے بعد سب سے زیادہ زور روزے کی عبادت پر دیا گیا ہے اور روزے کو اسلام کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ رمضان شریف کے روزے قرآن و سنت اور اجماع امت تینوں کی رو سے فرض ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ

یعنی رمضان وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔ لہذا تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اس کے روزے رکھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس نے رمضان المبارک کے روزے محض اللہ تعالیٰ کے واسطے ثواب سمجھ کر رکھے تو اس کے تمام پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

ابن ابی الدنیا نے کتاب الجوع میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز روزہ داروں کے واسطے عرش کے نیچے دستر خوان چنا جائے گا وہ لوگ اس پر بیٹھ کر کھانا کھائیں گے اور سب لوگ ابھی حساب و کتاب ہی میں گرفتار ہوں گے۔ اس پر وہ لوگ دریافت کریں گے کہ یہ کون لوگ ہیں۔ کہ کھانا کھا رہے ہیں اور ہم ابھی حساب ہی میں پھنسے ہوئے ہیں ان کو یہ جواب دیا جائے گا کہ یہ لوگ روزہ رکھا کرتے تھے اور تم لوگ روزہ نہیں رکھتے تھے

کلام پاک شاہد ہے کہ روزہ مسلمانوں سے پہلے دوسری تمام امتوں پر فرض کیا گیا تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

یعنی اے ایمان والو تم پر روزے اُسی طرح فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے انبیا علیہم السلام کی شریعتوں میں روزہ اسی طرح رکھا جاتا تھا کہ روزے میں کھانا پینا اور جنسی خواہشات کی تکمیل کو حرام قرار دیا گیا تھا۔ روزے کا یہ طریقہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی شریعت تک یونہی جاری رہا۔ البتہ علم تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ روزے کے ایام ہر امت میں علیحدہ علیحدہ تھے مثلاً حضرت آدم علیہ السلام پر ہر مہینہ کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کو روزہ فرض تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے تھے اور دو دن افطار کرتے تھے۔ قوم نصاریٰ پر رمضان شریف کے روزے فرض تھے مگر جب ان کو سخت گرمی اور سخت سردی کے روزے دشوار معلوم ہوئے تو یہ فیصلہ کیا کہ موسم بہار میں بجائے تیس کے پچاس روزے رکھا کریں گے۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے ذوق و شوق اور خشوع و خضوع کے ساتھ رمضان المبارک میں عبادت فرماتے تھے اور رمضان شریف کے آخری عشرہ میں تو آپ عموماً اعتکاف میں بیٹھا کرتے تھے یعنی تمام وقت مسجد میں یادِ الٰہی اور عبادت خداوندی میں مصروف رہتے تھے۔ رات بھر جاگتے تھے روزانہ کلام پاک کی تلاوت فرماتے تھے اور نماز عشا کے بعد تلاوت قرآن فرمایا کرتے تھے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شعبان کی آخری تاریخوں میں ایک فصیح و بلیغ خطبہ فرمایا اور اس میں رمضان المبارک کی عظمت و شان کا اس کے فضائل و برکات کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا۔

۱۔ اے لوگو تم پر ایک عظمت و شان والا مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے وہ مہینہ برکتوں والا ہے۔

۲۔ اس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

۳۔ اللہ نے اس میں روزے فرض کیے ہیں اور

۴۔ اس کی راتوں کی عبادت کو نفل قرار دیا گیا ہے۔

۵۔ جس نے اس مہینہ میں کسی نیک کام سے اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کی اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے جس نے کوئی نفلی عمل کیا تو اس کا ثواب

کلام پاک شاہد ہے کہ روزہ مسلمانوں سے پہلے دوسری تمام امتوں پر فرض کیا گیا تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ٥

یعنی اے ایمان والو تم پر روزے اسی طرح فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں روزہ اسی طرح رکھا جاتا تھا کہ روزے میں کھانا پینا اور جنسی خواہشات کی تکمیل کو حرام قرار دیا گیا تھا۔ روزے کا یہ طریقہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت تک یونہی جاری رہا۔ البتہ علم تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ روزے کے ایام ہر امت میں علیحدہ علیحدہ تھے مثلاً حضرت آدم علیہ السلام پر ہر مہینہ کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کو روزہ فرض تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے تھے اور دو دن افطار کرتے تھے۔ قوم نصاریٰ پر رمضان شریف کے روزے فرض تھے مگر جب ان کو سخت گرمی اور سخت سردی کے روزے دشوار معلوم ہوئے تو یہ فیصلہ کیا کہ موسم بہار میں بجائے تیس کے پچاس روزے رکھا کریں گے۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے ذوق و شوق اور خشوع و
خضوع کے ساتھ رمضان المبارک میں عبادت فرماتے تھے اور رمضان شریف
کے آخری عشرہ میں تو آپ عموماً اعتکاف میں بیٹھا کرتے تھے یعنی تمام وقت
مسجد میں یادِ الٰہی اور عبادتِ خداوندی میں مصروف رہتے تھے۔ رات بھر
جاگتے تھے روزانہ کلام پاک کی تلاوت فرماتے تھے اور نماز عشا کے بعد تلاوت
قرآن فرمایا کرتے تھے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شعبان کی آخری تاریخوں میں ایک فصیح و بلیغ خطبہ
فرمایا اور اس میں رمضان المبارک کی عظمت و شان کا اس کے فضائل و برکات
کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا۔

۱۔ اے لوگو تم پر ایک عظمت و شان والا مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے
وہ مہینہ برکتوں والا ہے۔

۲۔ اس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

۳۔ اللہ نے اس کے روزے فرض کیے ہیں اور

۴۔ اس کی راتوں کی عبادت کو نفل قرار دیا ہے۔

۵۔ جس نے اس مہینہ میں کسی نیک کام سے اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کی اور
اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے جس نے کوئی نفل عمل کیا تو اس کا ثواب

دوسرے مہینوں کے فرائض کے برابر ہوگا

۶۔ جس نے اس میں کوئی فرض ادا کیا تو ایک فرض کا ثواب اس شخص کے برابر ہوگا جس نے دوسرے وقت میں ستر فرض ادا کیے۔

۷۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے

۸۔ یہ غمخواری اور ہمدردی کا مہینہ ہے۔

۹۔ اس میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۔

۱۰۔ جس نے اس ماہ میں کسی مومن کا روزہ افطار کرایا تو یہ عمل اس کے گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بن جاتا ہے اور دوزخ سے اس کو آزاد کرنے کا سبب ہو جاتا ہے اور افطار کرنے والے کو روزہ دار کے برابر ثواب ملتا ہے اور روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے ہر شخص کی اتنی طاقت کہاں کہ کسی کا روزہ افطار کرائے فرمایا یہ ثواب عظیم اللہ تعالیٰ اس شخص کو بھی عطا فرمائے گا جو دودھ یا پانی کے ایک گھونٹ یا چھوارے سے افطار کرائے۔

۱۱۔ جو شخص پیٹ بھر کر کسی روزہ دار کو کھانا کھلائے تو اللہ تعالیٰ اس کو میرے حوض کوثر سے پانی پلائے گا۔ جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک اس کو پیاس نہیں لگے گی۔

۱۲۔ اور جس نے اپنے غلام، ملازم اور ماتحت پر محنت و مشقت اور کام میں
آسانی کی اور تخفیف کی تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا اور جہنم سے
نجات بخشے گا۔

حضور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس خطبہ مبارک سے جس
کا ایک ایک حرف گنجینہ حکمت و معرفت ہے اور مسلمانوں کی روحانی اور باطنی
فروغ کے لیے اور طالبان حق و صداقت اور تشنگان چشمہ معرفت کے لیے
سراسر رشد و ہدایت ہے، ظاہر ہوتا ہے کہ رمضان المبارک کا یہ مقدس مہینہ
کتنی عظیم خصوصیات کا حامل ہے اور روزہ دار سے اللہ تعالیٰ نے بے پناہ
اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور دین و دنیا کی بے حساب نعمتوں اور فلاح
کامرانی کی بشارت دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان المبارک کو خاص برکتوں، اور رحمتوں کا مہینہ
قرار دیا ہے جیسا کہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس ماہ کا سارا
کا سارا مہینہ برکتوں، سعادتوں اور خدا کی رحمتوں کا سرچشمہ ہے۔ بزرگان دین
نے رمضان کے حروف کا تجزیہ کیا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے
پانچوں حروف یعنی ر، م، ض، ا، ن، خدائی بخششوں اور نعمتوں کے
بیش بہا خزانے ہیں۔

ر۔ سے مراد رضوان اور رضائے مولیٰ ہے جو اس ماہ کی برکات سے

حاصل ہوتی ہے۔

م۔ محبت الٰہی کی مظہر کامل ہے بندے اپنی بندگی سے خدا کی محبت کا اور
خداوند تعالےٰ اپنی رحمت بیکراں سے بندوں کے ساتھ اس ماہ مقدس
میں خصوصی طور پر اظہار فرماتے ہیں۔

ض۔ کا مطلب ضمان ہے جس کے معنی ہیں کہ یہ ضمانت اور حفاظت کا مہینہ ہے
اللہ تبارک وتعالےٰ اس ماہ میں اپنے مخلص بندوں کی نفس لعین اور شیطان
مردود سے اور آتش جہنم سے حفاظت فرماتے ہیں جیسا کہ حدیث پاک
میں ارشاد ہے کہ جب رمضان شریف کی پہلی رات آتی ہے تو تمام شیطانوں
اور سرکش جنات کو قید کر دیا جاتا ہے جہنم کے دروازے بند کر دیے
جاتے ہیں اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

ا۔ سے مراد احسان اور انعام الٰہی ہے اور اللہ تعالےٰ کے احسانوں اور
اس کے انعاموں کی بارش جس قدر اس ماہ مقدس میں ہوتی ہے تمام سال
کے کسی مہینہ اور کسی دن میں نہیں ہوتی۔

ن۔ نوال کا مخزن ہے اور اس کے معنی بخشش کے ہیں یہ سارا کا سارا مہینہ
بخششوں کا ہے ہر ایک عمل کا ثواب اجر اور صلہ بے حساب ملتا ہے
ہر آن، ہر ساعت اور ہر گھڑی خدائے پاک کی رحمتوں کی جھڑیاں لگی رہتی
ہیں اور روزہ دار کی ہر ادا عبادت الٰہی میں لکھی جاتی ہے۔ اس مہینہ میں

نورِ ایمان چمکتا ہے، نورِ اعمال بڑھتا ہے اور یہ ماہ منور ہر ایک ایماندار
اور فرمانبردار مسلمان کو نورٌ علیٰ نور بنا دیتا ہے جیسا کہ سرورِ کائنات
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کا سونا عبادت ہے۔
اس کی خاموشی تسبیح ہے اس کی دعا مقبول ہے اور اس کے عمل کا ثواب
دوگنا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ یہ ماہ مقدس رضوان، محبت، ضمان، احسان، انعام اور
نور و نوال کا مہینہ ہے۔ یہ وہی ماہ مبارک ہے جس کا ایک ایک عشرہ خدائے
قدوس کی رحمتوں اور بخششوں کا ایک بحرِ بیکراں ہے اس مہینے کے
تیس دن تین قسم کی بخششوں کے لیے مخصوص ہیں۔ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا۔

اَوَّلُہٗ رَحْمَۃٌ وَ اَوْسَطُہٗ مَغْفِرَۃٌ وَ اٰخِرُہٗ عِتْقٌ مِّنَ
النِّیْرَانِ ط

یعنی اس ماہ کا پہلا عشرہ نزولِ رحمت کا، دوسرا درمیانی عشرہ بخشش و
مغفرت کا اور تیسرا آخری عشرہ دوزخ کی آگ سے نجات اور آزادی کی
بشارت ہے۔

حضور رحمۃ للعالمین سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
ارشاد گرامی ہے۔

۱۔ جو روزہ دار اس ماہ مبارک میں وعظ و درس کی محفل میں جائے گا اس کے ہر ہر قدم پر ایک ایک برس کی عبادت کا ثواب لکھا جائے گا۔ وہ قیامت کے آتش بار میدان میں جب کہ سوائے عرش الٰہی کے اور کسی چیز کا سایہ نہ ہو گا میرے ساتھ عرش الٰہی کے سایہ رحمت میں ہو گا۔

۲۔ اس رحمت بھرے مہینے میں جو شخص با جماعت نماز پنجگانہ ادا کرے گا۔ ہر رکعت کے بدلہ میں جنت الفردوس میں ایک نورانی شہر عطا کیا جائے گا

۳۔ جو اولاد اپنے والدین کے ساتھ، جو عورت اپنے شوہر کے ساتھ حتی المقدور اپنی طاقت و قوت کے مطابق احسان کرے اس کی خدمت گزاری اور فرمانبرداری میں مصروف رہے اسے حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت آسیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے برابر درجات و ثواب عطا فرمایا جائے گا۔

۴۔ اس رحمتوں کے مہینہ میں جو مسلمان اپنے بھائی کی ایک حاجت پوری کرے گا۔ اللہ تبارک و تعالےٰ اس کی ایک لاکھ حاجتیں پوری فرمائے گا۔

۵ ہر مسلمان اپنے کنبہ دار، رشتہ دار اور عزیز و اقارب میں کسی ایک پر اللہ تعالےٰ کی رضا کے لیے صدقہ خیرات کرے گا اس کی تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کرے گا مولائے کریم ایک درہم کے بدلے ایک لاکھ نیکیاں عطا فرمائے گا۔ اور ایک لاکھ گناہ اس کے نامہ اعمال سے مٹا دیئے جائیں گے۔

اس ماہ میں اللہ تعالےٰ کی رحمتوں، عنایتوں اور مہربانیوں کا کس زبان سے شکر ادا کیا جائے کہ ہر عمل کا ثواب مقرر فرمایا گیا ہے کسی کا دس گنا کسی کا ستر گنا لیکن روزہ بارگاہ ایزدی میں ایسی مقبول عبادت ہے کہ اس کا اجر و ثواب بھی بے پایاں ہے اور اس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے جیسا کہ حضور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کی ہر نیکی پر دس گنا سے لے کر سات سو گنا (علی مراتب اخلاص) ثواب دیا جائے گا مگر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ روزہ اس اصول سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا۔ چونکہ روزہ دار میرے لیے اپنی پیاری خواہشات کو اور کھانے پینے کو چھوڑتا ہے۔

اب ذیل میں بزرگان دین اور صوفیہ کرام کے روزہ کے متعلق اقوال تحریر کیے جاتے ہیں۔

حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے روزے کے بارے میں فرمایا کہ روزہ ایک سری عبادت ہے اور اس کا ریا سے کوئی تعلق نہیں ہے اسی وجہ سے حدیث قدسی ہے اَلصَّوْمُ لِیْ وَ اَنَا اَجْزِیْ بِہٖ یعنی روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اپنے بندوں کو اس کی جزا دوں گا۔ اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نصف طریقت کا درجہ روزہ رکھنے سے حاصل ہو جاتا ہے اور فرمایا میں نے اکثر ایسے مشائخ کو دیکھا ہے

جو ہمیشہ روزہ رکھتے ہیں اور ان کا روزہ نفلی ہوتا ہے اور کسی پر اس کا اظہار نہیں کرتے لیکن اگر ان کے سامنے کھانا آجائے تو وہ کھانا کھا لیتے ہیں اور یہ مسنون طریقہ ہے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے یہاں تشریف لائے تو ہم نے کہا کہ ہم نے آپ کے واسطے گوشت پکوایا ہے آپ نے فرمایا میں نے نفلی روزہ کی نیت کی تھی اب تم گوشت لے آؤ تاکہ میں اس کو کھا لوں میں کسی اور دن یہ روزہ رکھ لوں گا۔ فرمایا حضرت شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ میں نے مشائخ کبار کو ایام بیض عشرہ محرم، رجب، شعبان اور رمضان کے روزے رکھتے ہوئے دیکھا ہے اور بعض کو دیکھا کہ وہ داؤدی روزہ رکھتے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک دن ناغہ کر کے روزے رکھے جائیں اور حضرت داؤد علیہ السلام اسی طرح روزے رکھا کرتے تھے اسی وجہ سے اس کو داؤدی روزہ کہتے ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داؤدی روزہ کو خیر الصیام یعنی سب روزوں میں اچھے روزے فرمایا ہے۔

فرمایا حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ شروع ماہ رمضان سے لے کر ماہ شوال کا چاند دیکھنے تک ایک ماہ کے مکمل روزے اہتمام اور پابندی کے ساتھ رکھنا ہر عاقل و بالغ مسلمان پر فرض ہیں اور تزکیہ باطن کے ساتھ روزانہ روزہ کی نیت کرنا ضروری ہے اور روزے کے لیے کئی شرطیں ہیں ان

میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ پیٹ کو زیادہ کھانے پینے سے آنکھوں کو ہر ناجائز چیز کے دیکھنے سے، کانوں کو غیبت، جھوٹ اور لغو باتیں سننے سے زبان کو بیہودہ گوئی اور فضول بکواس سے اور تمام بدن کو خلاف شرع اور نامشروع کاموں سے باز رکھنا چاہیئے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روزہ دار کو اپنی آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، اور تمام بدن کے اعضا کو ممنوع اور حرام کاموں سے باز رکھنا چاہیئے اور جو لوگ روزے کی حالت میں حرام اور نامشروع کاموں سے پرہیز نہیں کرتے ان کے بارے میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ بہت سے لوگوں کو روزہ رکھ کر سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہ ہوگا یعنی ان کو سوائے اس کے کہ وہ بھوکا اور پیاسا رہنے کی تکلیف برداشت کرتے ہیں ثواب کچھ نہیں ملتا۔

حضرت شیخ ہجویری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ آپ مجھ کو نصیحت فرمایئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے حواس خمسہ کو اپنے قابو میں رکھا کرو اور فرمایا کہ سب سے بڑا مجاہدہ اور سب سے بڑی ریاضت حواس خمسہ کو نامشروع باتوں اور کاموں سے باز رکھنا ہے اور ایمان اور تقویٰ کی ترقی کا یہی ذریعہ ہے۔ فرمایا روزہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان صرف روزہ رکھ لے اور روزے کی جو شرائط ہیں ان کو پورا نہ کرے بلکہ شرعی طور پر اصل

روزہ یہ ہے کہ انسان روزے کی حالت میں نفسانی خواہشات سے اجتناب کرے اور محرمات سے قطعاً پرہیز کرے۔ فرمایا جو لوگ فرضی روزے کو تو چھوڑ دیتے ہیں اور نفلی روزے پابندی سے رکھتے ہیں ان پر بڑا تعجب ہوتا ہے

روایت ہے کہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری جس دن پیدا ہوئے اس دن شام تک آپ نے دودھ نہیں پیا گویا اس طرح اس روز روزے سے رہے اور جس دن آپ کا انتقال ہوا اس دن بھی آپ کا روزہ تھا فرمایا صوم وصال یعنی ہمیشہ نفلی روزہ رکھنا عوام کے لیے جائز نہیں ہے چونکہ ایک مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر خود بھی وصال کے روزے رکھنے شروع کر دیے لیکن جب حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے ان کو صوم وصال سے منع فرما دیا اور کہا کہ مجھ کو توحق جل شانہ کی طرف سے غائبانہ طور پر کھانا اور پینا دستیاب ہوتا ہے اور میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔

روایت ہے کہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ مہینہ میں صرف ایک مرتبہ کھانا کھایا کرتے تھے اور رمضان کے مہینہ میں عید تک کچھ نہیں کھایا کرتے تھے لیکن یہ طاقت وقوت تائید الٰہی سے حاصل ہوتی ہے۔ عام لوگ ایسا نہیں کر سکتے۔

طاوس الفقرا حضرت شیخ ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ ماہ رمضان المبارک میں بغداد تشریف لے گئے اور مسجد شونیزیہ میں ایک الگ حجرہ

میں قیام فرمایا۔ آپ روزانہ رات کو تراویح میں پانچ کلام پاک سنایا کرتے تھے روزانہ
رات کو آپ کا خادم آپ کے کھانے کے لیے روٹی حجرہ میں رکھ دیا کرتا تھا۔
جب آپ عید کے روز عید کی نماز کے واسطے تشریف لے گئے تو اس روز
تیسوں روٹیاں حجرہ میں موجود تھیں۔

حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق روایت ہے کہ آپ سارا رمضان
کچھ نہیں کھایا کرتے تھے اور باوجود موسم گرما کے دن بھر محنت مزدوری کرتے تھے
اور جو کچھ آپ کو دن بھر کی مزدوری ملتی تھی اس کو درویشوں میں تقسیم فرما دیا کرتے
تھے اور رات بھر نوافل میں مشغول رہتے تھے۔ باوجود کوشش کے کسی نے آپ
کو کھاتے پیتے اور سوتے ہوئے نہیں دیکھا۔

حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ مرو میں دو بزرگ رہتے تھے ایک کا نام
مسعود رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے کا بوعلی رحمۃ اللہ علیہ تھا شیخ مسعود نے حضرت بوعلی
سے کہلا بھیجا کہ اس طرح پر چالیس دن تک اعتکاف کریں کہ کھانا بالکل نہ کھائیں گے
اس کے جواب میں شیخ بوعلی نے شیخ مسعود رحمۃ اللہ کو کہلا بھیجا کہ ہم اس طرح پر
اعتکاف کریں گے کہ دن میں تین دفعہ کھانے کے باوجود چالیس دن تک ایک ہی وضو
سے رہیں گے اور وضو نہیں ٹوٹے گا۔

فرمایا بزرگان دین اور اولیائے کرام چلہ کشی کی حالت میں ذکر و عبادت، ریاضت
اور مجاہدہ میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے یہ لوگ اہل راز ہیں اور خداوند تعالیٰ

نے ان کو ایسی باطنی توفیق عطا کی ہیں کہ وہ ذات خداوندی کے ساتھ مکاشفہ مشاہدہ اور مکالمہ کر سکتے ہیں اور جب وہ کلام الٰہی اپنے کانوں سے سننا چاہتے ہیں تو بحالت مراقبہ چالیس روز تک بھوکے رہتے ہیں اور اللہ تعالےٰ مخفی طریقہ سے ان سے ہمکلام ہوتا ہے اور ان کے دل و دماغ کو اپنی تجلیات کی بارش سے روشن اور منور فرماتا ہے اور اس مقصد کے حصول کے واسطے صوفیہ کرام کو چاہیئے کہ وہ چالیس روز بھوکے رکھائیں تاکہ ان کی بشری خصوصیات مغلوب ہو جائیں اور ان کے قلوب میں جلا اور روح کی طہارت اور لطافت حاصل ہو کر مقام ولایت کے بلند مراتب پر فائز ہو سکیں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک روزہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ خود صائم الدہر رہے۔

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے خود تمام عمر روزے رکھے اور اپنے مریدوں اور معتقدوں کو ایک روز مخاطب کر کے روزے کی برکات کے متعلق فرمایا کہ رمضان المبارک کے روزے رکھنے سے ہزار سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے اور روزہ دار کے نامہ اعمال سے بے شمار برائیاں نکال دی جاتی ہیں۔ آپ نے ایک مرتبہ جناب محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو نصیحت فرمائی کہ راہ سلوک میں روزہ رکھنا نصف راہ ہے اور بقیہ راہ نماز اور حج سے طے ہو جاتی ہے۔

محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ رمضان المبارک کے مہینہ کو غنیمت جانے اور سالک کو چاہیئے کہ ذکر میں مشغول رہے اور قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت کرے چونکہ ہر حرف کے بدلے جو قرآن میں پڑھا ہے اس کے لیے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے جب مومن نماز تراویح سے فارغ ہوتا ہے تو ایک ہزار فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ تو اس بندے کے سر پر رحمت کے طبق نثار کریں اور دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب روزہ دار نماز تراویح سے فارغ ہوتا ہے ایسا ہو جاتا ہے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور اس کے نامہ اعمال میں ہزار نیکی لکھی جاتی ہے۔

فرمایا جو بندہ مومن رمضان المبارک کے تیس روزے رکھتا ہے اول حرام مال کھانے سے جو گوشت اس کے بدن پر ہوتا ہے سب گل جاتا ہے۔ دوسرے خدا تعالےٰ اس کو اپنی رحمت کے قریب کر لیتا ہے تیسرے اللہ تعالیٰ اس کو ایک نور عطا فرمائے گا کہ قیامت کے دن اس نور کی بدولت پل صراط سے بجلی کی طرح گزر جائے گا۔ چوتھے اس کو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل کریں گے۔ پانچویں اس کو حور العین دیں گے چھٹے اسے اس قدر ثواب دیں گے کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔

حضرت شیخ برہان الدین غریب رحمتہ اللہ علیہ نے تیس سال تک داؤدی

روزے رکھے افطار کبھی صرف پانی کبھی صرف سرکہ اور کبھی صرف دلی سے فرماتے
تھے ہفتہ میں صرف دو دن آدھا پیٹ کھاتے تھے لوبیا اور نان جو پسند کرتے
تھے ایک دفعہ حضرت کا کا سعد بخت نے مغز بادام اور مصری پیش کی چند دانے
کھا کر فرمایا کا کا اس میں کسی قسم کی لذت محسوس نہیں ہوتی حضرت کا کا نے کہا ایک
وہ وقت تھا کہ شوق سے لوبیا اور جو کی روٹی تناول فرماتے اب مصری کے ساتھ
مغز بادام پسند نہیں فرمایا سچ کہتا ہوں جو لذت وحلاوت جو کی روٹی اور لوبیا
میں پاتا تھا اب کسی کھانے میں نہیں پاتا وہ مجاہدہ کا وقت تھا اور محبوب
سے فراق کا دور تھا اب وصال الٰہی کا زمانہ ہے اس بادام اور مصری میں کیا
لذت مل سکتی ہے۔

فرمایا روزہ حق تعالے کی صفت ہے روزے سے حیوانی صفات دور
ہوتی ہیں اور خداوند تعالے کی صفات پیدا ہوتی ہیں ہر عبادت واطاعت
کی جزا تو بہشت ہے لیکن روزے کی جزا خود حق تعالے ہے روزہ داروں
کی مخصوص جگہ ریان میں ہے۔

حضرت اشرف جہانگیر چشتی سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار مجلس میں روزے
کی فضیلت کے بارے میں فرمایا کہ سالک روزہ رکھتا ہے تو گویا وہ ہوا اس
ظاہر و باطن کو مغلوب کرکے ہوا و نفس کو اپنے سے دور کرنے کی کوشش
کرتا ہے۔ اس طرح اپنے باطن کو منور کرکے کشف حاصل کرتا ہے۔

حضرت سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ روزہ ارکانِ تصوف میں ہے اس لیے صوفی کے لیے روزہ رکھنا ضروری ہے۔ روزے سے نفس مغلوب رہتا ہے اور اس میں غرور اور عجب پیدا نہیں ہوتا۔ صوم دوام بہترین قسم کا روزہ ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام ایک روز کے وقفہ سے روزے رکھا کرتے تھے چونکہ صوم دوام ایک عادت بن جاتی ہے جس سے پھر کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ بعض صوفیہ ہفتے میں تین روز یعنی دوشنبہ پنجشنبہ اور جمعہ، اور بعض مہینہ کے شروع اور آخر میں بعض مہینہ کی بیسویں تاریخ اور بعض سال میں تین مہینے بعض شوال کے پہلے چھ روزے اور بعض ایام بیض یعنی مہینہ کی تیرھویں چودھویں اور پندرھویں تاریخ کے روزے علاوہ فرض رمضان کے رکھتے ہیں۔

فرمایا جب ایک طالب حقیقی پر عشقِ الہٰی کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ طے کے روزے رکھتا ہے اس میں وہ افطار کے وقت پانی تو پی لیتا ہے۔ لیکن کبھی متواتر تین دن کبھی دس دن کبھی ایک مہینہ کبھی چھ مہینہ اور کبھی ایک سال تک کچھ نہیں کھاتا۔

فرمایا اعتکاف رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتا ہے۔ لیکن صوفیہ کبھی چالیس دن کبھی اسی اور کبھی ایک سو بیس دن اعتکاف میں بیٹھتے ہیں چالیس دن کا اعتکاف شعبان کی آخری دسویں تاریخ اور پورے

رمضان پر مشتمل ہوتا ہے اس کو اربعین محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہتے ہیں۔ اسی دن کا اعتکاف رجب سے شروع کیا جاتا ہے اس کو اربعین عیسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں۔ اسی طرح ایک سو بیس دن کا اعتکاف اور بھی پہلے سے شروع ہوتا ہے اور اعتکاف میں ذکر اور مراقبہ برابر کرتے رہنا چاہیئے۔

باب دوم

عبادات

حصّہ سوم

"حج"

حج
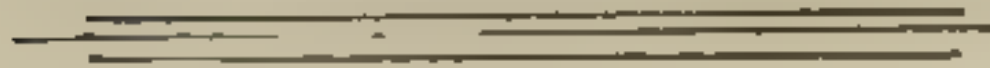
حج اسلام کے پانچ رکنوں میں سے ایک عظیم رکن ہے جس کے بغیر اسلام کی تکمیل نہیں ہوتی اس کی فرضیت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ط وَ مَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۝

یعنی لوگوں پر اللہ کی طرف سے حج فرض ہے جو کہ راستے کی استطاعت رکھتا ہے اور جو اس سے انکار کرے تو اللہ تعالےٰ جہان والوں سے بے پرواہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا کہ اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے اس لیے تم حج کرو ایک صحابی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول کیا ہم پر

ہر سال حج فرض ہے ؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناخوش رہے ۔ ان صحابی نے تین مرتبہ یہی کہا آپ غضب ناک ہو گئے فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر ہر سال حج واجب ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ میں تمہیں بیان کروں اس پر عمل کرو اور زیادہ سوال مت کرو تم سے پہلے لوگ کثرت سوال کی وجہ سے اپنے نبیوں کے سامنے اختلاف کی بنا پر ہلاک ہوئے جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو اپنی طاقت کے مطابق اس پر عمل کرو۔ اور جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کروں تو اس سے باز آجاؤ (مسلم شریف)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا فرمان ہے کہ میں یہ ارادہ رکھتا ہوں کہ مختلف شہروں میں کچھ آدمی بھیجوں تاکہ وہ اس بات کا پتہ چلائیں کہ کون شخص استطاعت کے باوجود حج کے لیے نہیں آتا۔ تاکہ ان پر جزیہ لگا دیا جائے۔ وہ مسلمان نہیں ہیں۔

صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ کی شہادت دینا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ الحرام کا حج کرنا اگر راستے کی طاقت ہو۔

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں جو

حج کی استطاعت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتا ہے وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی (اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! حج میں جلدی کرو کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ کب اسے کیا عارضہ پیش آجائے اور وہ اس فریضہ کو ادا نہ کر سکے

(مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے وفود میں سے ہیں اگر دعا مانگیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کرتا ہے اور اگر بخشش مانگیں تو اللہ تعالیٰ انہیں بخش دیتا ہے۔ (نسائی و ابن ماجہ)

عمرہ ادا کرنے کے متعلق بھی بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرہ ادا کرنا بھی واجب ہے حج اور عمرہ عمر میں ایک دفعہ ضروری ہے حج اور عمرہ کو بار بار ادا کرنا مسنون ہے اور ایک عظیم الشان نفلی عبادت ہے جس کی حدیث شریف میں بہت بڑی فضیلت آئی ہے۔ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک دونوں کے درمیان گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور (یعنی غلطیوں اور گناہوں سے پاک حج) کی جزا جنت کے سوا کچھ نہیں (بخاری و مسلم)

حج کے متعلق اولیاء کرام اور صوفیہ عظام کے اقوال

حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ارکان اسلام اور فرائض میں حج کی ادائیگی بھی فرض عین ہے۔ بشرطیکہ بندہ مسلمان، بالغ، عاقل اور صاحب استطاعت ہو فرمایا حج کے آداب مندرجہ ذیل ہیں جن کی بجاآوری لازمی اور ضروری ہے۔

مقام میقات پر احرام باندھنا، عرفات میں ٹھہرنے کے بعد خانہ کعبہ کا طواف کرنا، اور صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا، اور حاجی کو بغیر احرام باندھے ہوئے حرم میں نہیں جانا چاہیئے اور جب احرام باندھا جائے تو تمام نفسانی خواہشات اور لذائذ دنیوی سے اجتناب کرنا اور بچنا ضروری ہے نیز آداب حرم میں سے یہ بھی ہے کہ نہ وہاں پر شکار کرے اور نہ زبان یا ہاتھ کے ذریعہ کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچائے۔ عرفات میں ٹھہرنے کے بعد وہاں سے مزدلفہ اور مشعر الحرام میں جانا چاہیئے اور پتھر اٹھانا اور خانہ کعبہ کا طواف کرنا منیٰ میں تین دن قیام کرنا اور شرائط کی پابندی کے ساتھ پتھر پھینکنا اور وہیں پر سر کے بال منڈانا اور قربانی دینے کے بعد کپڑے پہننا یہ سب حج کے آداب ہیں اور یہ عوام کے آداب ہیں اور ایک عارف کے لیے ضروری ہے کہ جب وہ حج کا ارادہ

کرے تو سب سے پہلے تمام محرمات اور ممنوع چیزوں سے اور خواہشات نفسانی سے توبہ کرے اس کے دل میں اللہ کے سوائے کسی کی محبت اور الفت جاتی رہے اور میدان عرفات میں قیام معرفت کے بعد الفت وعشق کے جذبہ سے سرشار ہو کر مزدلفہ جائے اور جب طواف کرے تو خود کو خدا کے حرم تنزیہہ میں لے جائے اور جب منیٰ میں جائے تو حرص اور خیالات فاسدہ کے پتھر پھینکے اور مجاہدہ کی قربان گاہ میں اپنے نفس کو قربان کرے اور اس کے بعد حلت کے مقام پر پہنچے اس طریقہ پر حج کرنے سے عارف تمام شیاطین اور ان کے مضر اثرات سے محفوظ و مامون ہو کر مقام ابراہیمی میں داخل ہو گا

فرمایا ایک شخص حج کر کے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہاں سے آرہے ہو تو اس نے جواب دیا حج کر کے آرہا ہوں آپ نے دوبارہ دریافت فرمایا کہ کیا تو نے واقعی حج ادا کیا ہے اس نے کہا جی ہاں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے مندرجہ ذیل سوالات کیے۔

۱۔ جب تو حج کے ارادے سے گھر سے روانہ ہوا تھا تو کیا اس وقت تو نے اپنے گناہوں سے ہمیشہ کے واسطے اجتناب کرنے کا ارادہ بھی کیا تھا؟

۲۔ جب تو گھر سے روانہ ہو کر جس جس منزل پر گیا تو کیا تو نے ساتھ ساتھ راہ خدا کے مقامات بھی طے کیے۔

۳۔ جب تو نے احرام باندھنے کے لیے کپڑے اتارے تو کیا صفات بشریہ کو بھی اپنے سے جدا کیا؟

۴۔ جب تو میدان عرفات میں مقیم ہوا تو کیا تجھ کو مکاشفہ بھی ہوا؟

۵۔ جب تو مزدلفہ گیا تو کیا تو نے ہمیشہ کے لیے مستقل طور پر خواہشات نفسانی کو ترک کرنے کا ارادہ کیا؟

۶۔ جب تو نے خانہ کعبہ کا طواف کیا تو کیا تو نے تنزیہ کے محل میں اپنی آنکھوں سے جمال حق کی بارگاہ کے مناظر و لطائف دیکھے۔

۷۔ جب تو نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی تو کیا باطنی طور پر صفا اور مروہ کے مراتب کا مشاہدہ کیا؟

۸۔ جب تو نے مقام منیٰ میں قربانی ادا کی تو کیا اس جگہ پر اپنی خواہشات نفسانی کو بھی قربان کیا؟

۹۔ جب تو نے سنگریزے پھینکے تو کیا اس وقت تو نے ہوا و ہوس کی کدورتوں کو پھینکا یا نہیں؟

اس شخص نے آپ کے ہر سوال کا جواب نفی میں دیا۔ آپ نے فرمایا کہ گویا تو نے حج کے آداب و شرائط کو حج کے وقت پورا نہیں کیا۔ اس لیے تیرا حج نہیں ہوا واپس جا کر مندرجہ بالا آداب اور شرطوں کے ساتھ حج ادا کر تا کہ تو خانہ کعبہ تک پہنچ کر مقام ابراہیم علیہ السلام تک ... حج کا یہ مطلب

نہیں کہ حاجی بیت اللہ کا دیدار کر کے اور پتھروں کی زیارت کر کے گھر واپس آ جائے بلکہ حج کا مقصد صاحب خانہ کی حضوری اور مشاہدہ اور مکاشفہ ہے
حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حج کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے اتنی بار خانہ کعبہ کی زیارت فرمائی کہ شمار نہیں کیا جا سکتا (فوائد السالکین)
حضرت شیخ فخر الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ جب مست و سرشار مکہ معظمہ پہنچے تو احرام باندھتے وقت انہوں نے ایک قصیدہ تحریر فرمایا جس کا مطلع یہ تھا ؎

اے جلالت فرش عزت جاودان انداختہ
گوئے درمیدان وحدت کامران انداختہ

اور جب خانہ کعبہ پر ان کی نظر پڑی تو اس کے انوار و تجلیات سے مسحور ہو کر ایک دوسرا قصیدہ کہا جس کے دو شعر یہ ہیں۔ ؎

تعالٰی من توحد بالکمال
تقدس من تفرد بالجلال
جذا صفۂ بہشت مثال
کہ بود آسائش صف نعالی

مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو آپ پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو گئی اور ایک رات میں پانچ قصیدے کہے ایک کا مطلع یہ ہے۔

راہ باریک است و شب تاریک و مرکب لنگ و پیر
اے سعادت رخ نمای و اے عنایت دستگیر

حضرت شیخ برہان الدین غریب رحمۃ اللہ علیہ نے حج کے متعلق فرمایا کہ عام حاجیوں کا حج دینی اور دنیاوی مقاصد کے لیے ہوتا ہے وہ خانہ کعبہ کا طواف اس لیے کرتے ہیں کہ ان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں لیکن عاشقان خدا کا حج رب کعبہ سے قربت حاصل کرنے کے لیے ہوتا ہے وہ احرام اس لیے باندھتے ہیں کہ اسرار الوہیت معلوم کریں۔ ایک حاجی حج میں اپنی مغفرت کے خیال سے خوش ہوتا ہے لیکن ایک عاشق خدا حج میں اپنی جان نذر کرنے میں فرحت و مسرت محسوس کرتا ہے۔ چونکہ کعبہ ہی میں اس کو مقصود اصلی و مطلوب کلی نظر آتا ہے۔

حضرت سید اشرف جہانگیر چشتی سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار صوفیانہ انداز میں حج کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک سالک کا حج یہ ہے کہ وہ احرام باندھتا ہے تو دنیا کے علائق و عوائق سے تجرید حاصل کرتا ہے۔ عرفات میں آتا ہے تو اسرار و معارف سے واقف ہوتا ہے۔ جب مزدلفہ پہنچتا ہے تو اس کی مرادیں پوری ہونی شروع ہوتی ہیں۔ اور جب طواف کرتا ہے تو دل خدا کی طرف گردش کرنے لگتا ہے۔ جب صفا و مروہ میں سعی کے لیے جاتا ہے۔ تو گویا بشری کدورت

سے نکل کر ملکوتی صفات کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ جب منیٰ آتا ہے
تو اس کے خیالات تمام خطروں اور وسوسوں سے پاک ہوتے ہیں۔
جب قربانی کرتا ہے تو اپنے نفس کے دیو کو ہمیشہ کے لیے ذبح
کر دیتا ہے۔

باب دوم

عبادات

حصہ چہارم

"زکوٰۃ"

زکوٰۃ کے معنی لغت میں طہارت، برکت اور بڑھنے کے ہیں اور شریعت مطہرہ میں زکوٰۃ کے معنی یہ ہیں کہ اپنے مال میں سے اس حصہ کا جس کو شریعت نے مقرر کر دیا ہے کسی مستحق کو مالک بنا دینا چونکہ اس طریقہ سے مال پاک ہو جاتا ہے اور حق تعالےٰ اس میں برکت عطا فرماتا ہے اور اس مال کی دنیا میں ترقی ہوتی ہے اور آخرت میں اللہ تعالےٰ اس کا دس گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ ثواب عطا فرمائیں گے۔ اس لیے اس کا نام "زکوٰۃ" رکھا گیا ہے۔

زکوٰۃ اسلام کا ایک عظیم رکن ہے اور اس کی فرضیت قطعی ہے منکر اس کا کافر اور اس کا تارک فاسق ہے۔ قرآن میں اس کا ذکر نماز جیسی عظیم الشان عبادت کے ساتھ بتیس ۳۲ جگہ آیا ہے اور بیاسی ۸۲ بار "اٰتُوا الزَّکوٰۃَ" یعنی زکوٰۃ ادا کرنے کا علیحدہ حکم صادر فرمایا ہے جس سے زکوٰۃ کی فرضیت اہمیت اور تاکید کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ نے زکوٰۃ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا آتوا الزکوٰۃ یعنی اے لوگو زکوٰۃ دیا کرو۔ اسی طرح عورتوں کو بھی زکوٰۃ کے ادا کرنے کا حکم صادر کرتے ہوئے باری تعالےٰ نے فرمایا وَ اٰتِیْنَ الزکوٰۃ (اے پیغمبر کی بیویو!) زکوٰۃ ادا کرو۔

کلام پاک میں اللہ تعالےٰ نے سورۃ مومنون میں زکوٰۃ ادا کرنے والوں کو فلاح و کامرانی کی بشارت دی ہے فرمایا۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ۝

یعنی بے شک مومنوں نے فلاح پائی جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں اور جو بیہودہ باتوں سے اعراض کرتے ہیں اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

کلام پاک شاہد ہے کہ زکوٰۃ مسلمانوں سے پہلے دوسری تمام امتوں پر فرض کی گئی تھی جیسا کہ ارشاد باری تعالےٰ ہے

۱۔ وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ ز اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا ۝ وَكَانَ یَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِیًّا ۝ (مریم ۵۴۔۵۵)

(حضرت اسمٰعیل علیہ السلام) اور کتاب میں اسمٰعیل کو یاد کر بے شک وہ وعدے کے سچے اور رسول نبی تھے اور اپنے گھر والوں کو نماز اور

زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے اور اپنے پروردگار کے پسندیدہ تھے۔

۲۔ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ۝ ۷۳ الانبیا

(حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، اور حضرت لوط علیہم السلام) یعنی ہم نے ان کو پیشوا بنایا کہ ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے اور ہم نے ان کی طرف وحی کی نیکی کے کام کرنے، نماز کے قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی اور وہ ہماری عبادت کرتے تھے۔

۳۔ قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ ۖ اٰتٰنِىَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِىْ نَبِيًّا ۙ وَّجَعَلَنِىْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۖ وَاَوْصٰنِىْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ

حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو زکوٰۃ کا حکم یعنی عیسےٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا اور مجھے برکت والا بنایا اور مجھے زکوٰۃ اور نماز کا حکم دیا۔

کلام پاک میں اللہ تعالےٰ نے زکوٰۃ ادا کرنے والوں کو اپنی رحمۃ واسعہ کے نزول کی خوشخبری سنائی ہے۔ فرمایا

وَرَحْمَتِىْ وَسِعَتْ كُلَّ شَىْءٍ ۚ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ۔

یعنی میری رحمت ہر شے پر حاوی ہے اور میں اس کو ان لوگوں کے لیے
لکھ دوں گا جو خدا سے ڈرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔

فرضیت زکوٰۃ کے متعلق ارشاد ربانی ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ
جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُ
هُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ
تَكْنِزُوْنَ ۝ پ۱۰ ع ۱۱۔

اور جو لوگ جمع کر کے رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور نہیں خرچ کرتے اس کو
(زکوٰۃ نہیں دیتے) راہ خدا میں۔ پس خوشخبری دیجئے ان کو دردناک عذاب
کی، جس دن کہ اس (سونے چاندی) کو دوزخ کی آگ میں (رکھ کر) تپایا
جائے گا۔ پھر اس سے ان کے ماتھے اور ان کی کروٹیں اور ان کی پیٹھیں
داغی جائیں گی اور ان سے کہا جائے گا یہ ہے جو تم نے اپنے لیے (دنیا
میں) جمع کر رکھا تھا تو (آج) اپنے (بے زکوٰۃ) جمع کیے ہوئے
مال کا مزہ چکھو، گویا نہ زکوٰۃ دینے والے کو دردناک عذاب ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ مندرجہ
بالا آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں پر بہت بھاری ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تمہاری اس فکر اور بوجھ کی عقدہ کشائی کردوں گا پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی آپ کے صحابہ پر یہ آیت بہت بھاری ہوئی ہے۔ حضور شافع یوم نشور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے مالوں میں سے جو کچھ باقی رہ جائے اس کو پاک کرنے کے لیے زکوٰۃ فرض کی گئی ہے اور میراث مقرر کی گئی ہے اور ایک کلمہ اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ پیچھے باقی رہ جانے والوں کے لیے میراث کا حکم جاری ہو جائے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے خوش ہو کر اللہ اکبر کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ مشکل آسان ہو گئی۔

چونکہ مندرجہ بالا حکم سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے یہ سمجھا تھا کہ سونا اور چاندی جمع کرنے پر عذاب ہو گا مگر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس بوجھ اور مشکل کا ذکر کیا تو حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مال جمع کرنے کی مخالفت نہیں ہے بلکہ خدائے قدوس نے یہ حکم دیا ہے کہ جمع شدہ مال کو زکوٰۃ دے کر پاک کرو۔ اگر مال جمع نہ ہو گا تو زکوٰۃ کس چیز کی دی جائے گی اور اگر مال اور جائیداد جمع نہ ہو گی تو پچھلوں کو میراث کیسے ملے گی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ مال اور جائیداد وغیرہ جمع کرنا جائز اور بابرکت ہے تاکہ اس سے زکوٰۃ بھی نکلے اور پچھلوں کے لیے

میراث بھی بنے۔

سونے اور چاندی کی زکواۃ دینے کی آسان صورت یہ ہے کہ جس کے پاس سونا اور چاندی بقدر نصاب موجود ہو اور اس پر ایک سال گزر جائے تو سونے اور چاندی کے اس وقت کے نرخ کے مطابق قیمت لگائیں جتنی رقم بنے اس سے ڈھائی روپیہ سینکڑہ کے حساب سے زکواۃ گن لیں یہی چالیسواں حصہ ہے اور زکواۃ کا حساب کرتے وقت نصاب کا وزن بھی شامل کریں مثلاً چالیس تولہ سونے کی زکواۃ اگر دینا ہے تو نصاب کے ۷½ تولہ نکال کر باقی وزن کی قیمت نہیں لگائی جائے گی بلکہ چالیس تولہ سونا کی قیمت لگائی جائے گی۔

بلوغ المرام میں سونے کا نصاب بیس دینار آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس بیس دینار سونا ہو اور اس پر ایک سال گزر جائے تو چالیسواں حصہ یعنی نصف دینار زکواۃ ہے اور اگر سونا بیس دینار سے کم ہو تو اس پر زکواۃ واجب نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص نصاب سے کم وزن پر اپنی خوشی سے زکواۃ دینا چاہے تو اس کو ثواب ضرور ملے گا۔ ایک دینار ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے اس لیے بیس دینار ساڑھے سات تولہ سونا ہوا اس لیے یہ وزن ۷½ تولہ کا نصاب ہے اس پر زکواۃ سوا دو ماشہ سونا یعنی چالیسواں حصہ دی جائے گی۔

مسلم اور بخاری شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ چاندی کا نصاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ اوقیہ فرمایا ہے اور اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اس لیے پانچ اوقیہ دوسو درہم چاندی ہوئی۔ ایک درہم تین ماشہ ایک رتی اور رتی کا پانچواں حصہ یعنی تین ماشہ اور ۱/۵ ا رتی ہوتا ہے اس لیے پانچ اوقیہ یا دوسو درہم کے چھ سو تیس ماشہ یعنی ساڑھے باون تولہ بنتے ہیں یہ ساڑھے باون تولہ چاندی کا نصاب ہے جب اس نصاب پر ایک سال گزر جائے۔ تو چالیسواں حصہ یعنی پانچ درہم زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

"اب ذیل میں زکوٰۃ کے متعلق بزرگان دین اور صوفیہ کرام کے اقوال تحریر کیے جاتے ہیں۔"

حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص مالک نصاب ہو اور جس پر شرعاً زکوٰۃ واجب ہو اس کو پابندی اور خیال سے لازمی طور پر زکوٰۃ ادا کرنی چاہیئے۔

فرمایا زکوٰۃ صرف مال اور پیسے ہی پر واجب نہیں بلکہ ہر نعمت پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے چونکہ زکوٰۃ کی روح اور اس کا حقیقی مقصد اللہ تعالےٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرنا اور مال کو مزکی اور مطہر کرنا ہے۔ مال کی زکوٰۃ تو یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس اس کی ملکیت میں

دو سو درہم ہوں تو اس پر پانچ درہم واجب ہیں اور بیس دینار پر نصف درہم زکوٰۃ واجب ہے اور اگر کسی شخص کے پاس پانچ اونٹ ہیں۔ تو اس کی زکوٰۃ میں ایک بکری دینا ہوگی۔ جس طرح مال پر زکوٰۃ واجب ہے اسی طرح جاہ و منزلت کی زکوٰۃ ادا کرنی چاہیئے اور جاہ و منزلت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کسی بلند مرتبہ پر فائز ہو وہ کسی قوم کا قائد یا لیڈر ہو کسی قبیلہ کا صدر یا راہنما ہو تو چونکہ یہ فضیلت اور بزرگی جو اس کو حاصل ہے یہ بھی اللہ تعالےٰ کی نعمت ہے اس لیے اس کو بھی زکوٰۃ ادا کرنا چاہیئے جیسا کہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تمام چیزوں پر زکوٰۃ ہے جس طرح اللہ تعالےٰ نے تم پر مال و نعمت کی زکوٰۃ فرض کی ہے اسی طرح تمہاری جاہ و منزلت کی زکوٰۃ بھی تم پر فرض ہے اور تمہارے گھر کی زکوٰۃ اچھی معانداری ہے۔

فرمایا تن جملہ تمام نعمتوں کے صحت اور تندرستی بھی خداوند تعالےٰ کی عطا کردہ ایک بڑی نعمت ہے اور تندرستی کی زکوٰۃ یہ ہے کہ جسم انسانی کے تمام اعضاء خداوند تعالےٰ کی عبادت اور اطاعت میں مشغول رہیں اور فسق و فجور، لہو و لعب اور منہیات سے اعضاء کو بچایا جائے۔ اور چونکہ باطن اور روح تمام اعضاء اور تمام نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ہے اس لیے اس کی زکوٰۃ بھی ایسی ہی ہونی چاہیئے جس سے اس عظیم الشان

نعمت کی زکوٰۃ کا حق ادا ہو جائے اور اس نعمت کا شکر اور زکوٰۃ حفظ توحید، کثرت ذکر الٰہی اور عرفان نفس ہے۔

فرمایا زکوٰۃ کی ادائیگی میں دیر یا غفلت نہیں کرنی چاہیئے اور اس معاملہ میں بخل اور کنجوسی سے کام نہیں لینا چاہیئے چونکہ جس شخص کی ملکیت اور قبضہ میں ایک سال تک مسلسل دو سو درہم رہیں اور وہ ایک سال کے بعد پانچ درہم بطور زکوٰۃ کے ادا کرنے میں تاخیر اور غفلت سے کام لے تو اس سے بڑھ کر اور کون سا بخل ہو سکتا ہے اور خدا کی راہ کے سالکوں اور عارفین کی یہ سیرت اور خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ فطرۃً سخی اور فیاض ہوتے ہیں اور حقوق اللہ ادا کرنے میں کبھی تامل یا پس و پیش نہیں کرتے۔

فرمایا خلاصہ یہ ہے کہ اہل طریقت اور عارف کے نزدیک جس طرح ظاہری نعمتوں کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے اسی طرح باطنی نعمتوں کی بھی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری اور لازمی ہے اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے باطنی اور روحانی نعمتوں کی زکوٰۃ حفظ توحید، کثرتِ الٰہی اور تزکیہ نفس ہے۔

حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے ایک موقعہ پر اپنے مریدوں کو ایک بزرگ کے قول کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جب ایک آدمی تین باتوں سے اجتناب کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس سے تین چیزیں اٹھا لیتا ہے اول جو شخص زکوٰۃ نہیں دیتا تو اللہ اسکے مال سے برکت اٹھا لیتا

ہے، دوم جو شخص قربانی نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس سے عافیت چھین لیتا ہے، سوم
جو شخص نماز نہیں پڑھتا اللہ تعالیٰ مرنے کے وقت اس سے ایمان جدا کر دیتا ہے۔

حضرت شیخ برہان الدین غریب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک موقعہ پر اپنے
مریدوں سے زکوٰۃ کے متعلق خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی زکوٰۃ
یہ ہے کہ وہ اپنے خاص اور عام بندوں کو سفر میں چار رکعت کی بجائے دو
ہی رکعت پڑھنے کو کہتا ہے، وہ اپنی غفاری سے بخش دیتا ہے اور اپنی
رحمانی سے رحمت نازل کرتا ہے۔ انبیاء کی زکوٰۃ یہ ہے کہ وہ اپنی نعمت
نبوت کی وجہ سے خلق اللہ کو اوامر و نواہی سے آگاہ کرتے ہیں۔ برگزیدہ
اولیاء اللہ کی زکوٰۃ یہ ہے کہ وہ تصفیۂ دل اور تجلیۂ روح کے ذریعہ
سے عشق و محبت اور معرفت حاصل کرتے ہیں۔ مشائخ کی زکوٰۃ یہ ہے
کہ وہ اپنے مریدوں کو علم سلوک کی تلقین کرتے ہیں۔ علماء کی زکوٰۃ یہ ہے کہ
کلام پاک، احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فقہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور
اغنیاء کی زکوٰۃ یہ ہے کہ دو سو دینار میں پانچ دینار غرباء کو دے دیتے
ہیں۔

حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے زکوٰۃ
کے متعلق فرمایا۔

شریعت کی زکوٰۃ کے علاوہ طریقت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ مالک
کا دل زمانہ سے پاک ہو، اولیاء و مشائخ تمام سالک کو تجلیاں، مرید
کو دل کی صفائی روح کی تجلی عشق و محبت، معرفت، قربت،
اور حقائق و معارف کی تعلیم دیں۔

باب سوم

"معاملات"

معاملات کے بارے میں شریعت مطہرہ کا قانون ہے کہ
معاملات صاف طور پر کرو کہ نزاع اور جھگڑے کا اندیشہ نہ ہو
اور کسی کے دل کو آزردہ نہ کرو۔

باب سوم

حصّہ اوّل

"حقوق العباد"

"حقوق العباد"

قرآن پاک کی تعلیم سے یہ بات یقینی طور پر معلوم ہوتی ہے کہ شریعت سب کی سب آداب و حقوق کی تعلیم پر مشتمل ہے۔ یہاں کی تکمیل آداب و حقوق کی بجا آوری سے ہوتی ہے تمام لوازمات اسلام کی یہی تعلیم ہے۔

حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا یعنی جو شخص چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ایک دوسری حدیث شریف میں دین کی حقیقت کو یوں مختصر اور جامع الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے۔
اَلتَّعْظِیْمُ لِاَمْرِ اللّٰہِ وَالشَّفْقَۃُ عَلٰی خَلْقِ اللّٰہِ یعنی دین اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم اور مخلوق پر شفقت کرنے کا نام ہے۔

ایک اور حدیث شریف میں نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا
اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ یعنی تم زمین والوں

پر رحم کرو خدائے برتر تم پر رحم کرے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو ہر ایک قسم کی مخلوق کے ساتھ شفقت و رحمت سے پیش آنے کی تعلیم دیتا ہے۔

کلام پاک کے الفاظ مبارک اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ سے جو تعلیم دی گئی ہے وہ اس قدر ہمہ گیر اور جامع ہے کہ اس کا احاطہ ہی نہیں کیا جا سکتا گویا تمام اہل ایمان کو ایک مضبوط سلسلہ میں مجتمع کر دیا ہے اور اس کے واسطے فرق مراتب کے آداب مقرر فرما دیئے ہیں اور ان آداب کی نگہداشت کرنا اور ان پر عمل کرنا فرض شرعی قرار دیا ہے۔

ہر مسلمان کے لیے یہ بات واجب کر دی گئی ہے کہ ہر ایک ایمان دار جب اپنے کسی مسلمان بھائی سے ملاقات کرے تو خواہ اس سے واقف ہو یا نہ ہو اس کو السلام علیکم کہے اور جس کو سلام کیا ہے اس پر بھی سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ اس کے علاوہ اخوت و ہمدردی کا یہ بھی تقاضا ہے کہ جو چیز اپنے واسطے پسند نہ کرتا ہو اس کو دوسرے کے واسطے بھی پسند نہ کرے نیز اپنی طرف سے کسی کو زبان یا ہاتھ سے اذیت نہ پہنچائے جیسا کہ خود پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَ یَدِہٖ۔ یعنی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔ کسی کی بری بات کو دوسروں تک نہ

پہنچانے چونکہ یہ چغلی ہے اور چغلی کھانے والے کے لیے دوزخ کی وعید ہے۔ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی سے ناراض ہو جائے تو تین دن سے زیادہ باہمی رنجش نہ ہونی چاہیئے۔ احسان اور مروت کرتے وقت اپنے اور پرائے کا فرق نہ کرنا چاہیئے۔ اگر کسی کے مکان پر اس سے ملاقات کرنے جائے تو پہلے اس سے اجازت طلب کرے اگر اجازت ملے تو اندر جائے ورنہ واپس چلا جائے۔ اور ہر شخص کے ساتھ حسن سلوک اور اخلاق سے پیش آئے جس کے متعلق کلام پاک میں حکم دیا گیا ہے۔ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔ یعنی لوگوں کے ساتھ خوش خلقی سے گفتگو کرو جائز کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا دو مسلمان بھائیوں میں مصالحت کرانا۔ بیمار کی مزاج پرسی کرنا اگر کسی مسلمان بھائی کا انتقال ہو جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جانا اور اس کی نماز جنازہ میں شرکت کرنا کسی کے عیب کی پردہ پوشی کرنا۔ یتیم بیوہ اور مسکین کی سرپرستی اور نگہداشت کرنا۔ اہل حاجت، مظلوم اور مصیبت زدہ کی اعانت کرنا۔ زیارت قبور مسلمین کے لیے قبرستان جانا اور ان کے حق میں دعائے مغفرت کرنا۔ یہ سب باتیں حقوق عامۃ المسلمین میں شامل ہیں۔

سورۃ حجرات میں ہے "اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے، ممکن ہے وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں

سے تمسخر کریں ممکن ہے وہ ان سے اچھی ہوں اور اپنے مؤمن بھائی کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا برا نام رکھو۔ ایمان لانے کے بعد برا نام رکھنا گناہ ہے اور جو توبہ نہ کریں ظالم ہیں۔ اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں لہذا کوئی مسلمان نہ تو کسی مسلمان بھائی پر ظلم و تشدد کرے اور نہ اس کو ہلاکت و خرابی میں ڈالے جو شخص کسی مصیبت زدہ حاجتمند مسلمان بھائی کی ہر ممکن مدد کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ منافق کی تین علامتیں ہیں خواہ نماز روزے کا پابند ہو اور خود کو مسلمان سمجھتا ہو۔

۱. جب بات کرے تو جھوٹ بولے

۲. جب وعدہ کرے تو خلاف کرے

۳. جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے (بخاری و مسلم)

معاملات میں یہ تین باتیں یعنی سچ بولنا وعدہ کو پورا کرنا اور امانت میں خیانت نہ کرنا بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔

ایک مسلم کی صفات عالیہ میں سچ بولنا ایک لازمی صفت ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصّدقین (توبہ)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔

دوسری آیت میں ہے وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (توبہ)

یعنی سچ کو جھوٹ کے ساتھ نہ ملاؤ اور دیدہ دانستہ سچ بات کو نہ چھپاؤ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ کیا مسلمان بزدل ہو سکتا ہے فرمایا ہاں ہو سکتا ہے پھر عرض کیا کیا مسلمان جھوٹا ہو سکتا ہے حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا نہیں اسلام اور جھوٹ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔

حضرت عبداللہ ابن عامر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بچہ سا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف فرما تھے کہ مجھے میری ماں نے بلایا اور ویسے ہی بہکانے کو مجھ سے کہا آ میں تجھے چیز دوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری ماں سے فرمایا اگر تو نے اس کو کوئی چیز نہ دی تو تیرے نامہ اعمال میں جھوٹ لکھا جائے گا۔

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کو جھوٹ سے اس قدر نفرت تھی کہ بڑے سے بڑا نقصان اور فائدے کی امید ان کو جھوٹ بولنے پر آمادہ نہ کر سکتی تھی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہر ایک صحابی جھوٹ کو اپنے دامن کا اس قدر بدنما داغ سمجھتے تھے کہ اگر کسی صحابی پر کبھی جھوٹے ہونے کی جھوٹی تہمت لگا دی گئی تو گھر میں صف ماتم بچھ جاتی تھی اور شرمندگی و ندامت افسوس و حسرت کی وجہ سے خود کو مسلمانوں کے سامنے منہ دکھانے کے قابل نہ سمجھتے تھے گھر سے باہر نکلنا بند کر دیتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت کعب بن مالک پر کسی شخص نے جھوٹ بولنے کا الزام لگا دیا سنتے ہی ان کو اس قدر صدمہ ہوا کہ بیہوش ہو گئے اور جب ہوش آیا تو چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ گھر سے باہر نکلنا بند کر دیا بالآخر چند معزز اور شرفا حضرات نے ان کے سچے ہونے اور اس الزام کے غلط ہونے کی شہادت دی تب باہر آنا جانا شروع کیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسلام اور جھوٹ دو متضاد چیزیں ہیں نور و ظلمت،
موت و حیات اور صحت و مرض کی طرح ایک وقت میں ایک جگہ جمع نہیں
ہو سکتیں۔ اسلام کے آفتاب کی ضیاء پاشیوں سے کذب و دجل کی ظلمتیں
پاش پاش ہو جائیں گی اور اگر کذب و فریب کی تاریکیاں کسی کے مطلع اخلاق
پر چھا گئیں تو اسلام کی ضیاء پاشیاں اور نور باریاں وہاں سے رخصت
ہو جائیں گی۔

ایفائے وعدہ

ایک مسلم کی خاص صفت یہ بھی ہے کہ وہ زبان کا سچا اور وعدہ کا پکا ہوتا
ہے۔ وعدہ کر لینے کے بعد اس کی زبان اس کے خلاف کہنا اور دست و پا
اس کی مخالفت کرنا جانتے ہی نہیں۔ حوادث کی آندھیاں، مصائب کے
طوفان اور مظالم کے سیلاب اس کے قدم ثبات میں لغزش پیدا کر کے اس
کو وعدہ خلافی پر مجبور نہیں کر سکتے۔ چونکہ اس خدائے قدوس نے جس کی
فرمانبرداری و اطاعت کا اس نے وعدہ کیا ہے اپنے فرمانبرداروں اور اسلام
لانے والوں کی یہ علامت بیان فرمائی ہے۔ اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ
اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝
مسلمان وہ لوگ ہیں جو کچھ اللہ کے ساتھ عہد کرتے ہیں اس کو پورا کرتے

اور اپنے اقرار کو نہیں توڑتے۔

اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۝

یعنی عہد کو پورا کرو کیونکہ عہد کے متعلق یقیناً قیامت کے روز پوچھا جائے گا۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۝

یعنی مسلمانو! اپنے عہدوں کو پورا کرو۔

حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کا ہر قول اور ہر ایک فعل بلکہ ہر حرکت وسکون قرآن پاک کی مکمل تفسیر اور جیتی جاگتی تفسیر ہے جن کو رب کریم نے کائنات انسانی کے لیے "اسوۂ حسنہ" اور نمونۂ کامل بنا کر بھیجا اور جن کی اطاعت و اتباع کو ہر ایک مسلم کے لیے اس واسطے فرض قرار دیا گیا ہے کہ آپ کی اطاعت کے بغیر مولائے کریم کی فرمانبرداری ناممکن و محال ہے آپ کی حیات مقدسہ کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک ساعت راست بازی، صدق مقال، پابندی عہد اور ایفائے وعدہ کی زریں مثالیں ہیں جن سے یہ اندازہ ہوگا کہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام پابندی عہد کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے مکہ معظمہ میں ربیع بن حکم (جو آپ کے شریک تجارت تھے) آپ کو رستہ میں ملے اور عرض کیا ذرا آپ یہیں ٹھہریں مجھے آپ سے کچھ کام ہے میں ابھی آتا ہوں۔ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی واپسی تک ٹھہرنے

کا وعدہ فرما لیا۔

رحمتؐ وہاں سے چل کر کسی کام میں لگ گئے اور مطلقاً بھول گئے۔ کہ راستہ میں کسی کو ٹھہرا کر آیا ہوں۔ اب یہ ایفائے عہد کے معلم اور مجسم اسوہ حسنہ اسی جگہ کھڑے ہیں دن ختم ہو گیا رات آگئی رات گذر گئی۔ اگلا دن آیا ان کا قدم نہیں ہٹا وہیں کھڑے ہیں یہ دن بھی اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ ختم ہو گیا لیکن یہ اللہ کے احکام کے مقدس امین اور ایفائے عہد کا عملاً درس دینے والے وہیں کھڑے ہیں اور کیوں کھڑے ہیں اس لیے کہ رحمتؐ سے اس کی واپسی تک ٹھہرنے کا وعدہ کر لیا ہے۔ رات آتی ہے اور تمام در و دیوار کو اپنی سیاہ چادر میں لپیٹ لیتی ہے تمام انسان خواب راحت میں ہیں لیکن یہ تمام انسانوں سے افضل تمام انسانوں کو انسانیت کا سبق پڑھانے والے تمام انسانوں کو انسانیت کی بلندیوں پر پہنچانے والے کھڑے ہیں۔ کیوں اس لیے کہ اپنے غریب سے ان کی واپسی تک ٹھہرنے کا عہد کر لیا ہے۔ حیوانات درندے پرندے سب اپنی اپنی جگہ آرام کر رہے ہیں مگر اللہ کے نبی کھڑے ہیں اس لیے کہ کائنات عالم کو ایفائے عہد کا سبق دینا ہے اور ایک مرد کی پابندی عہد کا بے مثل نمونہ دنیائے انسانیت کو دکھانا ہے اس طرح پورے دو دن اور تین راتیں ختم ہو جاتی ہیں مگر یہ پیکر اخلاق کے معلم اعظم وہیں کھڑے ہیں۔ آخرش تیسرے روز رحمتؐ

اتفاقاً اس راستہ سے گذرے حضور آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں کھڑا دیکھ کر اپنا وعدہ یاد آیا نہایت شرمندگی کے ساتھ دریافت کیا کیا آپ اسی دن سے یہاں کھڑے ہیں فرمایا ہاں میں نے تمہاری واپسی تک یہاں کھڑے رہنے کا وعدہ کر لیا تھا۔ رجع ندامت کے ساتھ معذرت کرنے لگے تو فرمایا نہیں کوئی بات نہیں انسان سے بھول چوک ہو ہی جاتی ہے۔

ایفائے عہد کا ایک دوسرا واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کی معاہدہ میں کفار مکہ کی یہ شرط بھی منظور فرمائی تھی کہ مسلمانوں کا جو آدمی مکہ چلا جائے گا کفار اس کو واپس نہ کریں گے لیکن کفار کا جو آدمی مسلمانوں کے پاس آجائے گا۔ مسلمان اس کو واپس کریں گے اب دیکھئے ایسا بظاہر نہایت کٹھن اور دشوار عہد کی پابندی کس طرح کی جاتی ہے۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں صلح حدیبیہ کے موقعہ پر کفار مکہ نے مجھے قاصد بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیجا اور تاکید کی کہ جلد واپس آجاؤ جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا روئے انور پر نگاہ پڑتی کلام مبارک سنا دل کی دنیا بدل گئی آپ کی صداقت اور اسلام کی حقانیت کے نور سے سینہ جگمگانے

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا۔

یعنی بیشک اللہ تم کو حکم دیتا ہے (جب حقدار تم سے اپنی امانت اور حق طلب کریں توفوراً) امانتیں ان کے مالکوں کو واپس کردو۔

پھر دوسری جگہ تاکیداً فرمایا گیا۔

فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهُ (البقرۃ)

یعنی جس شخص کے پاس امانت رکھی گئی ہے چاہیئے کہ وہ امانت ادا کرے اور اپنے پروردگار سے ڈرے۔

اسی طرح ایمانداروں کو منع کیا گیا کہ خیانت و بے ایمانی ہرگز نہ کریں۔ ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ (انفال)

یعنی اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ آپس میں ایک دوسرے کی امانتوں میں خیانت کرو۔

خیانت چونکہ ایک بہت بڑا جرم اور ناقابلِ معافی گناہ ہے اس لیے بار بار تاکید فرمائی جارہی ہے کہ خوب اچھی طرح یاد رکھو

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا۔

یعنی بیشک اللہ اس سے محبت نہیں کرتا جو خیانت کرنے والا گنہگار ہو

نورِ مجسم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی برتری کی اس منزل میں پوری پوری رہنمائی فرمائی ہے اور لاتعداد احادیث میں امانت داری اور دیانتداری کی تاکید فرمائی ہے اور خیانت کے ارتکاب سے منع فرمایا ہے۔

ترجمۂ حدیث شریف:۔ جو شخص تمہیں امانت دار خیال کرتا ہے اور اس وجہ سے اپنی امانت تمہارے پاس رکھتا ہے اس کی امانت کو ادا کرو اور جو شخص تمہارے ساتھ خیانت کرے اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔ (ابو داؤد و ترمذی)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ امانت بجنسہٖ ادا کرنا صدقہ کرنے کے برابر ہے۔ ایک دوسرے مقام پر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خیانت کرنے والے کے متعلق فرمایا کہ وہ مسلمان ہی نہیں ہے فرمایا۔

لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَہْدَ لَہٗ

یعنی جو امانت میں خیانت کرے اس کا ایمان نہیں اور جو وعدہ پورا نہ کرے اُس کا دین نہیں۔

یعنی ایمان اور امانت داری لازم و ملزوم ہیں جس طرح آگ بغیر تپش اور گرمی کے ہو نہیں سکتی۔

آگ جہاں ہوگی وہاں یقیناً گرمی ہوگی اسی طرح جہاں ایمان ہوگا۔ وہاں امانت داری یقیناً ہوگی اگر امانت داری نہیں ہے تو سمجھ لیجئے کہ شمعِ ایمانی

بھی مردہ ہو چکی ہے۔ بالفاظ دیگر فرمایا جاتا ہے کہ ایمان واسلام وہ نور ہے
وہ روشنی ہے کہ اس کی موجودگی میں خیانت کی تاریکی چھا نہیں سکتی اور اسلام
وہ پاکیزگی ہے کہ جس کا مقدس دامن خیانت جیسی ناپاکی سے کبھی ملوث ہو
ہی نہیں سکتا۔

ابوبکر بن عبدالرحمٰن اپنی امانتداری میں بہت مشہور تھے کوئی شخص ان
کے پاس امانت رکھتا تو اس کے تحفظ کا بڑا اہتمام کرتے اور اس کا کچھ حصہ
ضائع ہو جاتا تو چاہے امانت رکھنے والا معاف ہی کر دیتا ہو مگر وہ پوری
امانت واپس کرتے ایک بار عروہ نے ان کے یہاں کچھ مال امانتاً رکھا بدقسمتی
سے وہ چوری ہو گیا عروہ نے کہلا بھیجا کہ تم پر اس کی ذمہ داری نہیں ہے۔
تمہاری حیثیت تو امین کی تھی انہوں نے جواب دیا "میں جانتا ہوں کہ مجھ
پر تاوان نہیں ہے لیکن یہ تو پسند نہیں کرتا کہ تمہاری زبان سے الفاظ نکلیں
کہ میری امانت ضائع ہو گئی۔ چنانچہ اپنی املاک بیچ کر پوری امانت واپس کی

پڑوسی کے حقوق

شریعت اسلامیہ نے حقوق الجوار کی نگہداشت اور لحاظ کی بڑی تاکید
کی ہے۔ ایک حدیث شریف میں حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
ارشاد فرمایا کہ ہمسائے تین قسم کے ہوتے ہیں اول جس کا صرف ایک

حق ہے۔ دوم جس کو دو حق حاصل ہیں۔ سوم جس کو تین حق حاصل ہیں۔ تین حق والا ہمسایہ مسلمان رشتہ دار ہمسایہ ہے اور دو حق والا مسلمان ہمسایہ ہے اور ایک حق والا ہمسایہ مشرک ہمسایہ ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ مشرک کو بھی پڑوسی کے حق سے محروم نہیں کیا گیا تو مسلمان ہمسایہ اور رشتہ دار مسلمان ہمسایہ کے کس درجہ حقوق ہوں گے۔

ایک دوسری حدیث میں حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ حق ہمسایگی کو اچھی طرح بجا لاؤ پھر سچے مسلمان بن سکو گے۔ ایک دوسری جگہ فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام مجھ کو ہمیشہ پڑوسیوں کے حقوق کی وصیت فرمایا کرتے تھے حتیٰ کہ مجھے یہ خیال پیدا ہو گیا کہ شاید وہ ہمسائے کو وراثت کے حق میں شریک کرنے کی بھی وصیت فرمائیں گے۔ فرمایا اللہ اور آخرت پر ایمان لانے والے کو چاہیئے کہ اپنے ہمسایہ کی عزت کرے۔ آدمی اس وقت تک سچا ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا ہمسایہ اس کے شر سے نہ بچ سکے۔

آیۃ اَلْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ کی تفسیر: بعض علماء نے کہا ہے کہ حق ہمسایگی کی حفاظت اس طرح کرے کہ ان کو اپنی خوشی میں شریک کرے اور مصیبت میں ان کے ساتھ ہمدردی کرے [illegible]
[illegible]

کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھے اور اپنے قول و فعل سے ان کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچائے۔ الغرض کوئی ایسی حرکت نہ کرے جو ہمسایہ کے لیے موجب اذیت و بار خاطر ہو۔

ایک حدیث شریف میں حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کیا تم ہمسایہ کا حق جانتے ہو؟ اس کا حق یہ ہے کہ اگر وہ تجھ سے کسی قسم کی مدد مانگے تو اس کی مدد کر دے۔ اگر قرض مانگے تو اس کو قرضہ دو اگر وہ محتاج ہو جائے تو اس کی خبرگیری کر دے۔ اگر بیمار ہو تو اس کی عیادت کر دے۔ اگر مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کر دے۔ اگر اس کے یہاں کوئی خوشی ہو تو اس کو مبارک باد دو اگر اس پر کوئی مصیبت نازل ہو تو اظہار افسوس کر دو اپنے مکان کو اس کے مکان سے اونچا نہ بنائے جس سے اس کے گھر میں ہوا نہ پہنچ سکے اور اسے تکلیف نہ پہنچائے۔ اگر تو اپنے گھر میں میوہ یا پھل لائے تو اس کو بھی اس میں شریک کرے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو پھل اپنے گھر میں پوشیدہ طور پر لائے اور اپنے بچہ کو پھل دے کر اس کے بچہ کو حیرت زدہ نہ کرے اور اپنے گھر کے کھانے کی خوشبو اس کے گھر تک نہ پہنچے دے ورنہ اس کھانے میں اس کو بھی شریک کرے۔ فرمایا کیا تم ہمسایہ کا حق جانتے ہو۔ بخدا حق ہمسایہ کو وہی شخص ادا کرتا ہے جو خدا کی رحمت کا مستحق ہو۔

حقوق ذوی القربیٰ

کلام پاک کی آیات مقدسہ اور احادیث پاک میں متعدد جگہ پر رشتہ داروں کے حقوق کا ذکر آیا ہے ان حقوق کی نگہداشت کا نام صلہ رحمی ہے یعنی تعلقات رشتہ داری کو قائم رکھنا تاہم المسلمین کے جو حقوق اوپر بیان کیے گئے ہیں ان کے علاوہ دیگر زائد حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی روزی میں وسعت اور اس کی موت میں تاخیر کی جائے اس کو چاہیئے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرے (بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بیوہ عورت اور مسکین کی خبرگیری کرنے والا اللہ تعالےٰ کے نزدیک صائم الدہر اور شب بیدار عابد کے برابر ہے (بخاری ومسلم)

نیز فرمایا کہ جس عبادت کا سب سے جلدی ثواب ملتا ہے وہ صلہ رحم ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ مساکین کو صدقہ دینا ایک صدقہ ہے۔ اور اپنے رشتہ دار کو صدقہ دینا دو صدقہ کا حکم رکھتا ہے۔

حقوق والدین

حقوق والدین کی اہمیت اور فضیلت اس سے

زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ تمام کتب سماویہ میں ان حقوق کی ادائیگی اور نگہداشت کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں جہاں اللہ تعالےٰ نے اپنے حقوق کا ذکر فرمایا ہے اس کے ساتھ بلافاصلہ والدین کے حقوق کا ذکر کیا گیا ہے

سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ تمہارے پروردگار نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ بھلائی کرتے رہو اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اُف تک نہ کرو نہ کوئی گستاخی کرو۔ نہایت ادب کے ساتھ ان سے بات کرو اور عجز و نیاز سے پیش آؤ۔ اور ان کے حق میں دُعا کرو کہ اے پروردگار جیسا انہوں نے مجھے میرے بچپنے میں شفقت و مہربانی سے پرورش کیا ہے تو بھی ان کے حال پر رحم فرما۔ قرآن کریم نے ماں باپ کی خدمت اور حسنِ سلوک کو جو اہمیت دی ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالےٰ کی عبادت اور اپنے والدین کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کو ایک ہی جگہ ذکر فرمایا گیا ہے۔

دوسری جگہ سورۃ النساء میں ہے اللہ تعالےٰ کی بندگی کرو۔ کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ اور ماں باپ سے بھلائی اور حسن سلوک کرو۔ اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ قرآن حکیم میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت

کتنی زیادہ ہے۔

سورۂ لقمان میں ہے۔

اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ ؕ

یعنی میری نعمتوں اور احسانات کا شکریہ ادا کرو اور اپنے والدین کا شکریہ بھی ادا کرو۔

اب حقوق والدین کے متعلق بستان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چند گلدستے پیش کیے جاتے ہیں۔

ابی اسید ساعدی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک شخص نے عرض کیا جب تک میرے ماں باپ زندہ رہے میں نے ان کے ساتھ سلوک کیا اب بھی کوئی سبیل ایسی ہے کہ میں ان کے ساتھ سلوک کرتا رہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ان کے لیے دعائے مغفرت کرنا، ان کی وصیت پوری کرنا۔ ان کے قرابت داروں سے سلوک کرنا اور ان کے دوستوں کی عزت کرنا (ابو داؤد۔ ابن ماجہ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالےٰ کو کون سا عمل زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے؟ آپ نے فرمایا "نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا۔

پھر عرض کیا اس کے بعد آپ نے فرمایا والدین کے ساتھ نیکی اور احسان کرنا
اس کے بعد پھر فرمایا اللہ تعالےٰ کے راستے میں جہاد کرنا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے تقدیر الٰہی کو کوئی چیز نہیں بدلتی مگر دعا اور عمر کو کوئی
چیز نہیں بڑھاتی مگر نیکی اور انسان کو روزی سے محروم نہیں کیا جاتا مگر
اس کے گناہ کے سبب جس کا اس نے ارتکاب کیا اور والدین رشتہ داروں
اور پڑوسیوں سے بدسلوکی کی۔ (ابن ماجہ)

حقوق استاد

منجملہ ان ضروری حقوق کے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے استاد کے حقوق بھی ہیں۔ جس کے متعلق بعض
علما نے لکھا ہے کہ جو فضیلت روح کو جسم پر حاصل ہے وہی استاد کو
والدین پر ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ایک حدیث شریف میں ہے:

اَلْاٰبَاءُ ثَلٰثَۃٌ مَنْ وَلَدَکَ وَمَنْ زَوَّجَکَ وَمَنْ عَلَّمَکَ
وَخَیْرُ الْاٰبَاءِ مَنْ عَلَّمَکَ۔

یعنی انسان کے تین باپ ہوتے ہیں اول جس کے نطفہ سے تو پیدا ہوا
اور جس نے اپنی بیٹی تیرے نکاح میں دی، تیسرا جس نے تجھے تعلیم
دی اور سب سے بہتر وہی ہے جس نے تجھے تعلیم دی۔
حقوق استاد کے نگہداشت کی صورت یہ ہے کہ دل میں (۱) کی

عزت وتعظیم اور زبان سے حسن ادب اور دست و پا سے ان کی خدمت کے لوازم کو بخوشی بجالایا جائے اور ہدیہ وغیرہ پیش کرنے سے دریغ نہ کیا جائے امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں مَنْ عَلَّمَنِیْ حَرْفًا فَقَدْ صَیَّرَنِیْ عَبْدًا یعنی جس نے مجھے ایک حرف بھی سکھایا اس نے مجھے اپنا غلام بنالیا۔

حقوق زوجین

میاں بیوی کے حقوق۔ کے متعلق کلام پاک اور احادیث مطہرہ میں بڑی تفصیل کے ساتھ احکام بیان کیے گئے ہیں۔

خاوند کے حقوق

ارشاد باری تعالیٰ ہے نیک بیویاں اپنے شوہروں کی فرمانبردار ہوتی ہیں اور ان کے پیچھے ان کے مال اور عزت کی اور اپنی عفت وعصمت کی حفاظت کرتی ہیں (النسآء)

آیۂ مبارکہ اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ (مرد عورتوں پر حاکم ہیں) میں اس اطاعت کے مفہوم کو بالوضاحت بیان کیا گیا ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے جناب باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ مرد عورت کا حاکم رئیس اور سردار ہے اسے درست اور ٹھیک ٹھاک رکھنے والا ہے اس لیے کہ مرد عورتوں سے افضل ہیں یہی وجہ ہے کہ نبوۃ مردوں ہی میں رہی۔ اور اسی طرح شرعی طور پر خلیفہ مرد ہی بن سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

وہ لوگ کبھی نجات پا نہیں سکتے جو اپنا والی کسی عورت کو بنائیں (بخاری)

اسی طرح منصب قضاۃ وغیرہ بھی صرف مردوں کے لائق ہی ہیں۔

دوسری وجہ افضلیت کی یہ ہے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ جو کتاب وسنت سے ان کے ذمے ہے مثلاً مہر میں، نان نفقہ میں اور دیگر ضروریات کے پورا کرنے میں پس مرد فی نفسہٖ افضل اور باعتبار نفع کے اور حاجت برآری کے بھی اس کا درجہ بڑا ہے۔ پس اس کو عورت پر سردار بنایا گیا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے خاوند کی شکایت کی کہ اس نے اسے تھپڑ مارا ہے پس آپ نے اسے بدلہ لینے کا حکم دیا ہی تھا جو یہ آیت اتری اور بدلہ نہ دلوایا گیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنی بیوی کو لیے ہوئے حاضر خدمت ہوئے اس عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میرے خاوند نے مجھے تھپڑ مارا جس کا نشان اب تک میرے چہرے پر موجود ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے حق نہ تھا۔ وہیں یہ آیت اتری کہ ادب سکھانے کے لیے مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ تو آپ نے فرمایا میں نے اور چاہا تھا اللہ تعالےٰ نے اور چاہا۔

فرمایا حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جب عورت پانچوں وقت
کی نمازیں ادا کرے اور رمضان شریف کے روزے پورے کرے اور اپنی
عفت کی نگہداشت کرے اور اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے تو وہ جنت میں
داخل ہوتی ہے۔ یہ بات یہاں قابل غور ہے کہ خاوند کی اطاعت کو دیگر ارکان
اسلام کے پہلو بہ پہلو بیان کیا گیا ہے۔ کم نہیں ہے ورنہ وہ عبادات مقبول
نہیں ہوتیں۔ اور ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر میں کسی مخلوق کو سجدہ کرنے
کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کیا کرے۔
الغرض عورت کا فرض ہے کہ خاوند کی موجودگی اور عدم موجودگی میں وفادارانہ
سلوک کرے اور کسی امر کا جو موجب اذیت ہو ارتکاب نہ کرے اور دل اور
زبان سے اس کی عزت و تعظیم کو ملحوظ رکھے۔

بیوی کے حقوق

ارشاد باری تعالےٰ ہے بیویوں کے ساتھ اچھی
طرح سے رہائش رکھو اگر وہ تم کو ناپسند ہوں
تو عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالےٰ اس میں بہت سی بھلائی
پیدا کر دے (النساء)
آیہ مبارکہ عَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (ان کے ساتھ اچھے طریقہ
سے بود و باش رکھو) میں مردوں کو اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ اپنی عورتوں
سے عمدہ سلوک کیا کرو یہ حکم اس قدر جامع ہے اور اس قدر وسیع مفہوم

مشتمل ہے کہ اس میں تمام اخلاقِ حسنہ جو مرد کو عورت کے ساتھ ملحوظ رکھنے میں اس میں داخل ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مرد بہتر ہے جو اپنی بیوی سے اچھی طرح پیش آئے (ترمذی)

مرد چونکہ عورت کی ہر ایک حالت کا شرعاً نگران اور کفیل ہے اس لیے اس کا فرض ہے کہ عورت کو اس کے جائز حقوق سے ہرگز محروم نہ کرے۔ اسے لازم ہے کہ اپنی حیثیت کے مطابق نان نفقہ اور دیگر ضروریات خانہ داری میں اسے شکایت کا موقع نہ دے اور چھوٹی چھوٹی بات پر اس پر سختی نہ کرے اور احکام شرعی بجالانے کی اس کو ہدایت اور تاکید کرے اور اس کی دل آزاری نہ کرے اور سب و شتم اور زد و کوب کرنا شرافت اور انسانیت کے خلاف ہے شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی اور عصمت و عفت کی نگہداشت کی طرف اس کو خاص طور پر توجہ دلائے اور یوں سمجھے کہ امور خانہ داری میں عورت مرد کے ساتھ وہی نسبت رکھتی ہے جو بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ سے نسبت رکھتا ہے اور اگر اس کو کسی غلطی پر آگاہ کرنا ہو تو نرمی اور مدارات سے کام لے اور اس کی تند خوئی اور بدخلقی کو برداشت کرے تو اس کے لیے موجب ثواب ہے۔ الغرض عورت کی عزت اور محبت مرد کے دل میں

ہمیشہ ملحوظ خاطر رہنی چاہیئے

حقوق العباد کے متعلق صوفیہ کرام کے اقوال

اولیائے کرام نے تزکیۂ نفس کی تعلیم کے ساتھ حقوق العباد کی ادائگی پر بڑا زور دیا ہے۔ محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مومن کے دل کو ستانا اللہ تبارک و تعالیٰ کے دل کو تکلیف پہنچانا ہے مومن تو وہ ہے اگر وہ مشرق میں ہے اور مغرب میں ایک مومن کو کانٹا چبھے تو اس کو وہاں درد محسوس ہو۔

فرمایا اگر درویش کو کسی سے تکلیف پہنچے تو اس کے دل سے کسی حال میں بھی بد دعا نہ نکلے اور درویش کو پردہ پوش ہونا چاہیئے پردہ پوشی تمام عبادتوں میں افضل ہے۔

ہمسایوں کے حقوق کی ادائیگی کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ہمسایہ قرض مانگے تو اس کو قرض دو اس کو کوئی ضرورت پیش آئے تو پوری کر دو۔ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو، مصیبت میں غمخواری کرو، انتقال ہو جائے

تو اس کی میت کے ساتھ جاؤ اور نماز جنازہ ادا کرو۔

ایک مرتبہ ایک درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کسی کے ظلم کی شکایت کی حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا تحمل سے کام لو اگر اور جفا کرے تو بھی معاف کر دو کیونکہ ایک درویش کا یہی شیوہ ہے۔

حقوق والدین کے متعلق حضرت محبوب الٰہی فرماتے ہیں" ماں باپ کی شفقت و رحمت خدائے تعالیٰ کی رحمت ہے اور ماں باپ کا قہر خدائے تعالیٰ کا قہر ہے۔ جس فرزند سے ماں باپ راضی نہیں اس سے خدا بھی راضی نہیں۔ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو کوئی درماندگی کے وقت اور جس جگہ بھی درماندہ ہو، درگاہ حضرت جلّے نیاز پر اپنے ماں باپ کو شفیع بنائے تو خدائے تعالیٰ اس مشکل کو آسان کر دیتا ہے اور اس درماندگی سے نجات دیتا ہے۔ اسی طرح ماں باپ کے نام لینے اور ان کی عزت کرنے سے فرزند بخشا جاتا ہے پس مبارک ہے وہ فرزند جو اپنے ماں باپ کا حق بجا لائے اور ان سے ذرہ بھر زیادتی نہ کرے کیونکہ بہشت ماں باپ کے قدموں کے نیچے ہے۔ اگر کوئی شخص ماں باپ کو اپنی گردن پر سوار کر کے تمام عمر خانہ کعبہ کا حج کرائے تو بھی وہ اس ایک رات کا حق ادا نہیں کر سکتا ہے۔ جو انہوں نے اس کی خاطر اپنی نیند کھوئی ہو۔ (فضل الفوائد)

حقوق ہمسایہ کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا" تذکرۃ الاولیاء

میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ہمسایہ ایک یہودی
تھا وہ کہیں سفر پر گیا اس کی بیوی حاملہ تھی اس کے یہاں بچہ پیدا ہوا اس
عورت کے گھر میں کچھ نہ تھا کہ چراغ تک جلا سکے وہ بچہ تاریکی کے سبب
سے روتا تھا یہ خبر حضرت خواجہ کو پہنچی حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ
علیہ روزانہ بقال کی دکان سے تیل لاتے اور اس یہودی کی بیوی کو دے
دیتے کچھ مدت کے بعد یہودی آیا تو اس عورت نے خواجہ صاحب کے تیل
لاکر دینے کا تمام واقعہ اپنے شوہر کو بتایا وہ یہودی بہت شرمندہ ہوا اور
خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر دریافت کیا کہ آپ کی اس مہربانی کی کیا
وجہ تھی حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ نے جواب دیا کہ شریعت نے جو
ہمسائی کے حقوق مقرر فرمائے ہیں ان کی بنا پر میں نے ایسا کیا کیونکہ ہمسایہ
کا حق بہت بڑا ہے وہ یہودی اسی وقت مسلمان ہوگیا (افضل الفوائد)

حضرت خواجہ [illegible] رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تفسیر کشاف میں لکھا ہے
یمحو اللہ ما یشاء و یثبت کی تفسیر میں امام ضحاک نے ایک قول لکھا ہے
کہ جب کوئی صلہ رحمی کرتا ہے تو اگر اس کی عمر کے تین سال باقی ہوں اللہ تعالیٰ
اس کی عمر میں تیس سال اور زیادہ کر دیتا ہے اور اگر کوئی اپنے قرابت سے قطع
رحمی کرتا ہے تو اگرچہ تیس سال باقی ہوں تو اس کا نام مٹا دیا جاتا ہے اور
اس کی عمر کے سال واپس لے لیے جاتے ہیں (افضل الفوائد)

مخدوم الملک حضرت شرف الدین احمد منیری رحمۃ اللہ علیہ حق تعالے
کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر حقوق العباد ادا کرنے میں برابر کوشاں
رہتے تھے۔ خلق خدا کی خدمت کو بہت بڑی دولت تصور کرتے تھے۔ ارشاد
فرمایا مسلمانوں کے کام انجام دینا اور ان کی خدمت میں مصروف رہنا بڑی
دولت ہے یہ پیغمبروں کا کام ہے انہوں نے مسلمانوں کے کام کیے۔
اور ان کی بلائیں اپنے سر لیتے رہے۔

ملک خضر کو اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں "اس تاریک دنیا میں قلم، زبان
مال اور جاہ سے جہاں تک ممکن ہو محتاجوں کو راحت پہنچاؤ۔ صوم و صلوٰۃ و
نوافل اپنی جگہ اچھی اور ضروری ہیں لیکن دلوں کو راحت پہنچانے سے زیادہ
سود مند نہیں۔

باب، دوم

معاملات

حصّہ دوم

آداب معیشت

"آدابِ معیشت"

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اس میں ہر شعبۂ زندگی کے لیے رہنمائی موجود ہے اس کے نزدیک زندگی ایک ناقابلِ تقسیم اکائی ہے عقائد، اخلاق معیشت و معاشرت، تہذیب و تمدن زندگی کے مختلف پہلو ہیں اور سب پہلوؤں کے سنوارنے اور نکھارنے ہی سے پوری زندگی میں حسن قرینہ اور شائستگی پیدا ہوتی ہے اس لیے اسلام نے ان تمام پہلوؤں کے آداب اور قرینے مقرر فرمائے ہیں۔

ارشادِ باری تعالےٰ ہے۔ ولقد مَکَّنّٰکُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیْھَا مَعَایِشَ (الاعراف)

یعنی ہم نے تم کو زمین پر بسایا اور اس میں تمہارے لیے سامانِ معیشت پیدا کیے۔

دوسری جگہ سورۃ الزخرف میں ارشاد خداوندی ہے ہم نے ان کی معیشت کو دنیاوی زندگی میں تقسیم کر دیا اور ایک دوسرے پر درجے بلند کر دیئے تاکہ ایک دوسرے سے کام لیں۔

کاروباری لحاظ سے معیشت کی تقسیم میں آجر، مزدور، ملازم، کاریگر، صناع، کاشتکار، تاجر، دلال، اور کارخانہ دار سب ایک دوسرے سے اس طرح مربوط اور وابستہ ہیں کہ اگر باہمی تعلق منقطع کر دیا جائے۔ تو شیرازۂ معیشت بکھر جائے۔

معیشت سے متعلق وہ دنیاوی امور جن سے اخلاق و معاملات وابستہ ہیں مذہب اسلام میں ان کی واضح تعلیمات موجود ہیں جہاں مسلمانوں کو اُذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُونَ کی ہدایت ہے اور ذکر الٰہی سے اطمینان قلب حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰہ کے حکم سے ذریعہ معاش اختیار کرنے اور روزی کمانے کی ہدایت جاری فرمائی گئی ہے اور کسب معیشت مسلمانوں کے فرائض میں شامل کیا گیا ہے۔

بعض لوگوں نے یہ دیکھ کر کہ اسلام توکل اور قناعت کی تعلیم دیتا ہے۔ غلطی سے یہ سمجھ لیا کہ عدم عمل کے منافی ہے اور اس غلط فہمی کا اصل سبب یہ ہے کہ توکل اور قناعت کے غلط مطالب لیے گئے اور اسلام کی زبان ... کے بیتے مفہوم کو نہیں سمجھا گیا اور ہادی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور

حاملین دران اسلام کی سیرت کا مطالعہ نہیں کیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں پر ہمسایہ اقوام کا سایہ پڑا اور انہوں نے جوگیوں، سنیاسیوں، راہبوں اور پوپوں کو دیکھ کر یہ رائے قائم کی کہ ترک اعمال و افعال ہی سے زُہد کے اعلےٰ منصب پر فائز المرام ہو سکتے ہیں۔

حالانکہ دنیا کی رونق اور بہار، عالم کی تہذیب اور شائستگی قوموں کا تمدن اور عروج تمام تر کامل محنت، محنت کوشی، عمل پیہم اور مسلسل جدوجہد پر منحصر اور موقوف ہے۔ اگر اولوالعزم مرد ان کار محنت ہمت اور کاوش سے کام نہ لیتے تو دنیا کبھی ابتدائی دور سے آگے ترقی نہ کرتی۔ اور جہالت و تاریکی کا زمانہ کبھی ختم نہ ہوتا ایسے ہی افراد کے متعلق مولانا حالیؔ نے کہا ہے

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پود انہیں کی لگائی ہوئی ہے

اگر اگلے لوگ اپنا خون پسینہ ایک کر کے دن رات اور لگاتار محنت اور جانفشانی سے کام نہ لیتے تو یہ دنیا کبھی ایسی گل و گلزار نہ ہوتی جیسی آج ہے اور کبھی وہ گل بوٹے حیات انسانی میں کھلے ہوئے نہ ہوتے جن سے آج دنیا معمور ہے۔

ہمیشہ انہیں اقوام نے ترقی اور عروج کی منزلیں طے کیں جو محنت اور جفاکشی کے اصول پر عمل پیرا رہیں جب بھی کسی قوم کی ترقی کا قدم رک

گیا فوراً ہی اس کا تنزل شروع ہو گیا اور یا تو وہ قوم یا تو حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹ گئی یا اس کی حالت بہت ہی معمولی اور ادنیٰ رہ گئی اور دنیا میں اس کی عظمت ختم ہو گئی۔

قرآنِ حکیم نے بھی اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے سہ

بشنو ایں فرمودۂ ربّ العُلےٰ
لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

یعنی اللہ رب العزت کا یہ فرمان خوب غور سے سن لو اور یاد رکھو کہ انسان جتنی کوشش اور محنت کرتا ہے اتنا ہی وہ حاصل کرتا ہے صرف چند آیات ہی نہیں بلکہ کلام پاک کی بیشمار آیات میں اللہ تعالےٰ نے عمل کی ترغیب فرمائی ہے اور عمل کے نتیجہ میں اچھے انجام کی بشارت دی ہے ارشاد باری تعالےٰ ہے وَلِکُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا، یعنی ہر ایک کے لیے ان کے عمل کے نتیجہ میں اچھے انجام کی بشارت دی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِحْرِصْ عَلٰی مَا یَنْفَعُکَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ وَلَا تَعْجِزْ یعنی جو چیز تم کو نفع دینے والی ہو اس کی رغبت اور حرص پیدا کرو اور اللہ سے مدد چاہا کرو اور عاجز و مجبور ہو کر نہ بیٹھ جاؤ

محنت کی عظمت کی ایک یہی مثال کس قدر سبق آموز ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ سوال کیا آپ نے فرمایا تیرے گھر میں کچھ ہے؟ عرض کیا کہ پانی پینے کا پیالہ اور ایک موٹا کمبل ہے جس کا کچھ حصّہ نیچے بچھا لیتا ہوں اور کچھ حصّہ اوڑھ لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا دونوں چیزیں لے آؤ۔ وہ لے آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ کون ان کو خریدتا ہے؟ ایک صحابی نے عرض کیا میں ان کا ایک درہم دیتا ہوں آپ نے فرمایا کہ کوئی زیادہ دینے والا ہے؟ جب آپ نے دو تین بار یہ بات دہرائی تو ایک صحابی نے کہا کہ میں دو درہم دیتا ہوں۔ آپ نے دونوں چیزیں دو درہم میں فروخت کر دیں اور سائل سے فرمایا۔ کہ گھر والوں کے لیے ایک درہم کا سامان خورد نوش خرید کر دے آؤ اور ایک درہم کی کلہاڑی خرید لاؤ وہ شخص کلہاڑی خرید کر لایا تو اس میں لکڑی کا دستہ آپ نے اپنے دست مبارک سے نصب فرمایا اور اس سے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اس سے لکڑیاں کاٹ کر اور جمع کر کے بیچا کرو اور پندرہ دن سے پہلے میرے پاس نہ آنا۔ وہ شخص آپ کے حکم کے مطابق لکڑیاں جمع کر کے بیچتا رہا یہاں تک کہ پندرہ دن میں اس کے پاس سب خرچہ وغیرہ کرنے کے بعد دس درہم جمع ہو گئے ان میں سے کچھ غلّہ اور کپڑا

خرید کردہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا یہ اپنے بال بچوں کے لیے لے جاؤ اور تیرے لیے یہ بہتر ہے بجائے یہ کہ قیامت کے دن مانگنے کا داغ تیرے منہ پر ہوتا۔ پھر فرمایا سوال کرنا سوائے تین شخص کے کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔ ایک ایسا محتاج جو چل پھر نہ سکتا ہو دوسرے ایسا مقروض کہ اس کا قرض بھاری ہو اور قرض خواہ اسے ذلیل کرتا ہو۔ تیسرے وہ شخص جو قتل کی دیت ادا نہ کر سکتا ہو۔

مندرجہ بالا واقعہ سے دو باتوں کا سبق ملتا ہے ایک تو یہ کہ بلا کسی عذر اور مجبوری کے سوال کر کے اور مانگ کر زندگی بسر کرنا شریعت میں جائز نہیں ہے دوسرے یہ کہ محنت اور مزدوری کر کے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی کفالت کرنی چاہیئے اس میں فائدہ بھی ہے اور برکت بھی۔

ایک دوسری حدیث شریف میں آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص جائز ذریعہ سے روپیہ اس غرض سے کمائے کہ بھیک مانگنے سے بچے اور بال بچوں کی کفالت کرے اور اپنے ہمسایوں پر مہربانی کرے ایسا شخص قیامت کے دن خداوند تعالیٰ سے ملے گا اس حال میں کہ اس کا چہرہ مثل چودھویں رات کے چاند کے چمکتا ہوگا۔

اس مضمون حدیث کو مولانا حالی نے مسدس حالی میں اس طرح نظم کیا ہے سے۔

غریبوں کو محنت کی رغبت دلائی
کہ بازو سے اپنی کرو تم کمائی
خبر تاکہ لو اس سے اپنی پرائی
نہ کرنی پڑے تم کو در در گدائی
طلب سے ہو دنیا کی گر یاں یہ نیت
تو چمکو گے وال ماہ کامل کی صورت

اس حدیث شریف میں معلم حسنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک طرف تو غریبوں کو محنت اور تجارت کی رغبت دلائی ہے اور ساتھ ہی ساتھ حلال روزی کمانے اور اس سے اپنے اہل و عیال اور پڑوسیوں اور ضرورت مندوں کی امداد و اعانت کی تعلیم دی ہے۔

امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ طلب رزق چھوڑ کر مسجد میں بیٹھ کر نہ کہتے رہو کہ اے اللہ مجھے رزق دو۔ کیونکہ یہ خلاف سنت ہے تمہیں معلوم ہی ہے کہ آسمان سونا چاندی نہیں برساتا اس لیے محنت کر کے روزی کماؤ۔

خود شارع علیہ السلام کی ساری کی ساری زندگی اسی عمل پیہم اور جدوجہد کی عملی تفسیر ہے آپ نے نہ صرف یہ کہ دوسروں کو محنت کی ترغیب دی بلکہ خود بھی محنت اور جفاکشی کر کے عملی طور پر ان کو سبق دیا ہے

جس کی چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں۔

ایک سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ فلاں جگہ قیام کرکے بکری ذبح کر کے پکائی جائے ایک صحابی نے عرض کیا حضور میں ذبح کروں گا ایک نے کہا میں اس کی کھال اتاروں گا دوسرے نے کہا میں اس کو پکاؤں گا حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں لکڑیاں جمع کر کے لاتا ہوں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا حضور ہم ہی سب کام کریں گے آپ نے فرمایا بیشک تم ہی سب کام کروگے مگر مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میں خود کو تم لوگوں پہ ممتاز رکھوں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ یہ بات پسند نہیں فرماتا کہ اس کا بندہ دیکھنے میں اپنے ساتھیوں سے ممتاز ہو۔ چنانچہ آپ جنگل سے لکڑیاں اکٹھی کر کے اور گٹھا سرِ مبارک پر رکھ کر لائے۔

اس کے علاوہ آپ اپنا کام خود کر لیا کرتے تھے مثلاً آپ مویشیوں کو خود چارہ ڈالتے تھے گھر میں جھاڑو دے لیتے تھے، سودا خود خرید کر لاتے تھے بلکہ معذور بڑھے وبیوں کے لیے سودا خود لا کر دیتے تھے۔ حد یہ ہے کہ آپ اپنے ہاتھ سے جوتہ گانٹھ لیتے تھے۔ کپڑوں میں پیوند لگا لیا کرتے تھے۔

آپ نہ صرف اپنا کام بلکہ دوسروں کا کام بھی بلا تکلف اور بلا تامل کر

دیا کرتے تھے مثلاً مدینہ منورہ میں ایک عورت تھی جس کے دماغ میں کچھ فتور تھا آپ کی خدمت میں آئی اور کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو تم سے کچھ کام ہے فرمایا جہاں کہو چل سکتا ہوں وہ آپ کو ایک کوچہ میں لے گئی اور وہیں بیٹھ گئی آپ بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئے اور جو کام اس عورت نے بتایا وہ انجام دے دیا۔

ایک دفعہ آپ نماز کے لیے کھڑے ہو چکے تھے کہ ایک بدو آیا اور آپ کا دامن پکڑ کر بولا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا ذرا سا کام رہ گیا ہے ایسا نہ ہو کہ میں بھول جاؤں پہلے اس کو کر دو آپ اس کے ساتھ فوراً مسجد سے باہر نکل آئے اور اس کا کام کر کے نماز ادا کی۔

جناب بن ارت رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایک صحابی تھے ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کسی غزوہ پر بھیجا۔ ان کے گھر میں کوئی مرد نہ تھا اور عورتوں کو دودھ دوہنا نہیں آتا تھا اس بنا پر آپ روزانہ ان کے گھر جا کر دودھ دوہ آیا کرتے تھے۔ اسی طرح مدینہ کے باہر کچھ یتیم لڑکیاں رہتی تھیں آپ ان کی بکریوں کا دودھ بھی دوہ دیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ ایک صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ بیوہ اور مساکین کے کاموں کو کرنے میں آپ مسرت محسوس فرماتے تھے۔

فرمایا حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ ایک دفعہ امیر المومنین

حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں کھجوروں کے باغ سے لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھائے ہوئے تشریف لاتے آپ کے غلام آپ کے ساتھ چل رہے تھے لوگوں نے پوچھا امیرالمومنین غلاموں کے ہوتے ہوئے آپ یہ بوجھ خود اپنے سر پہ کیوں اٹھا کر لاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میرے غلام یہ کام تو کر سکتے ہیں لیکن میں اپنے آپ کو آزمانا چاہتا ہوں تاکہ لوگوں میں میرا جو رتبہ ہے اس کا خیال مجھے کام کرنے سے نہ روک دے بڑے بڑے اہل ائمہ اور بزرگانِ دین محنت مزدوری کر کے اکل حلال کماتے تھے اور جو پیشے آج معیوب سمجھے جاتے ہیں اس زمانہ میں اس قسم کے پیشوں کا اختیار کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ غزالی اس وجہ سے کہلاتے تھے کہ غزل کے معنی کاتنے کے ہیں چونکہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم روئی سے دھاگہ تیار کرتے تھے اور رشتہ سازی اور رشتہ فروشی آپ کا آبائی پیشہ تھا اس لیے آپ کو غزالی کہا جاتا ہے اور غزالی کے نام سے مشہور ہوئے۔

حضرت امام ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ کفش دوز تھے یعنی موچی کا کام کرتے تھے اور جوتیاں گانٹھتے تھے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بزازی کا کاروبار کرتے تھے۔ حضرت شمس الائمہ حلوائی کا کام کرتے تھے علامہ قفال مروزی رحمۃ اللہ علیہ قفل سازی کرتے تھے ان تمام بزرگوں

نے یہ پیشے محض اکل حلال کی غرض سے اختیار کیے تھے اور ان کی عملی صلاحیتوں نے ان پیشوں کو بھی معزز بنا دیا تھا اور بڑے بڑے صاحبان علم انہیں اختیار کر لینے میں کوئی عار نہیں سمجھتے تھے اور ان پیشوں کی نسبت سے ان بزرگوں کا نام لیا جاتا تھا۔

اس لیے اگر یہ کہا جائے کہ اسلام دین العمل ہے تو یہ قرآن وسنت کی تعلیم کے عین مطابق ہے۔ لیکن کسب معاش کے لیے کچھ قیود اور پابندیاں شریعت مطہرہ نے عائد کی ہیں اور اس کے کچھ اصول اور آداب مقرر فرمائے ہیں۔ معاشی کاروبار میں معاملات کی صفائی خیر و برکت کا باعث ہوتی ہے جو لوگ بدمعاملگی کرتے ہیں وہ حلال اور پاک روزی کو اپنے لیے حرام اور ناپاک کر لیتے ہیں۔ سورۃ نساء میں ہے ایمان والو! تم آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل سے نہ کھاؤ سوائے اس کے کہ تمہاری باہمی رضا مندی سے تجارت ہو۔ اسی سورۃ میں آگے فرمایا کہ جو لوگ بدمعاملگی سے روزی کمائیں گے تو ہم ان کو آگ میں جھونک دیں گے۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا پیشہ بہتر ہے فرمایا بہترین کسب وہ ہے جو بددیانتی اور مکر و فریب سے پاک ہو۔ (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان فرائض کے بعد جو اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں پر فرض کیے ہیں پاک اور حلال کمائی بھی فرض ہے (بیہقی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ناجائز معاش اور حرام روزی میں برکت نہیں ہوتی اور نہ صدقات قبول ہوتے ہیں (مسند احمد)

ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قابل رشک وہ مومن ہے جو دنیا کے فضول مال وخیال سے ہلکا ہو اپنے پروردگار کی عبادت دل جمعی اور خوبی کے ساتھ کرتا ہو اس کی روزی اور معاش بقدر کفایت ہو اور وہ اس پر صابر و قانع ہو (ترمذی۔ ابن ماجہ)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آدم زاد کے معاشرہ حیات کے لیے تین چیزیں کافی ہیں رہنے کے لیے گھر، تن پوشی کے لیے صاف ستھرا کپڑا، کھانے کے لیے حلال ماکولات اور پاکیزہ مشروبات (ترمذی)

تجارت ہو یا زراعت ملازمت ہو یا مزدوری ہر کام میں راست بازی اور باہمی رواداری ہی سے خیر و برکت ہوتی ہے اگر بدنیتی سے کوئی کام کیا جائے تو چاہے اس میں بہ ظاہر کوئی فائدہ بھی ہوتا ہو تو وہ تباہی کا موجب ہوتا ہے۔

سورۃ یونس میں ہے لوگو! دنیاوی زندگی کے فائدے چند روزہ ہیں آخر تم کو ہماری ہی حضور میں حاضر ہونا ہے تب تم کو بتا دیں گے جو کچھ تم دنیا میں کرتے رہے ہو۔

ابی امامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن مرتبہ کے لحاظ سے بدترین شخص وہ ہو گا۔ جس نے دنیا کمانے کے لیے اپنی آخرت کو خراب کر لیا ہو گا۔ (ابن ماجہ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر تم اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کر لو ایسا بھروسہ جیسا کہ بھروسے کا حق ہے تو وہ تم کو اس طرح رزق دے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیتا ہے وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر اپنے گھونسلوں میں جاتے ہیں (ابن ماجہ)

تجارت کے چند زریں اصول

۱۔ حضرت رافع ابن خدیج رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول سب سے اچھی کمائی کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا

اور وہ تجارت جس میں تاجر بے ایمانی اور جھوٹ سے کام نہیں لیتا۔

(مشکوٰۃ)

۲۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی آخر الزماں نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص پر اللہ رحم فرمائے جو خرید و فروخت اور قرض کے تقاضہ میں نرمی اور خوش اخلاقی سے کام لیتا ہے۔

(بخاری)

۳۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرام صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سچائی کے ساتھ معاملہ کرنے والا امانت دار تاجر قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں، اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی)

۴۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تاجر قیامت کے دن بدکار کی حیثیت سے اٹھائے جائیں گے سوائے ان تاجروں کے جنہوں نے اپنی تجارت میں تقویٰ اور نیکی اختیار کی ہوگی اور سچائی کے ساتھ معاملہ کیا ہوگا۔

۵۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جو اشیائے ضرورت کو مہنگا کرنے یعنی ناجائز ذخیرہ اندوزی نہیں کرتا بلکہ بر وقت ضرورت کی چیزیں بازار میں لاتا ہے وہ

اللہ کی رحمت کا مستحق ہے اور اللہ اسے رزق دے گا اور وہ شخص جو ناجائز ذخیرہ اندوزی کرتا ہے یعنی ضرورت کی چیزوں کو اس خیال سے روک لیتا ہے کہ نرخ چڑھیں گے تو فروخت کروں گا وہ لعنت کا مستحق ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

۶۔ ناپنے اور تولنے والوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے سپرد دو کام ہیں جنہیں ٹھیک طور پر نہ کرنے سے یعنی ناپ اور تول میں کمی کرنے سے تم سے پہلے کے بعض لوگ ہلاک ہو چکے ہیں (ترمذی)

۷۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاجروں کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے مال کو بیچنے میں کثرت سے قسمیں کھانے سے بچو، یہ چیز وقتی طور پر تو تجارت کو فروغ دیتی ہے لیکن آخر کار برکت کو ختم کر دیتی ہے (مسلم)

۸۔ فرمایا کسی عیب دار شے کے عیب کو جانتے بوجھتے اور بتائے بغیر فروخت کرنا جائز نہیں۔

۹۔ فرمایا کسی شے کی دو قیمتیں نہ رکھو (یعنی نقد والے کو کم اور ادھار والے کو زیادہ نرخوں پر دینا ناجائز ہے۔

تجارت کے علاوہ کسب معاش کے ذرائع میں مزدوری، ملازمت اور کاشتکاری بھی شامل ہیں اور اس سلسلہ میں شریعت کے واضح

احکام موجود ہیں۔

مزدوری یا ملازمت

اسلامی نظامِ حیات جس کا ہماری زندگی کے ہر گوشہ سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ وہ اس سلسلہ میں بھی ہماری رہنمائی کرتا ہے اور آجر و مُستاجر کے حقوق کا تعین کر کے اس کی پوری پوری وضاحت کرتا ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے مزدور کے حقوق کی پاسبانی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے انتہائی لطیف پیرائے میں ایک آیۂ مقدسہ میں یوں فرمایا ہے
إِنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُمْ ۔ یعنی میں بے شک کسی کام کرنے والے کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تین طرح کے لوگ ایسے ہیں کہ قیامت کے دن ان سے نمٹنے والا میں خود ہوں گا۔

۱۔ ایک تو وہ شخص جس نے میری قسم کھائی کسی کو زبان دی اور پھر اپنے وعدے سے پھر گیا۔

۲۔ دوسرا وہ جس نے کسی آزاد شخص کو بیچ کر اس کی قیمت وصول کی۔

۳۔ تیسرا وہ جس نے کسی مزدور کو اجرت پر بلایا اور اس سے پورا کام لینے کے بعد بھی اسے اس کی مزدوری نہ دی۔

اس حدیث شریف سے ظاہر ہوتا ہے کہ کل یا جزوی اجرت کی عدم ادائگی

ایک سنگین معاملہ ہے جو اگر دنیا میں نہ کیا گیا تو آخرت میں سخت محاسبہ ہوگا۔ اور اُجرت روک لینے یا اس کا کوئی حصہ دبانے والوں کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدعی ہوں گے۔ پورا کام لینے کے بعد پوری اجرت ادا کرنا ضروری ہے۔ حدیث بالا کا مفہوم یہی ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ تھوڑی بہت اجرت دے دی جائے یا اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اس کی مزدوری کی رقم روک لی جائے۔

اس کے علاوہ ایک دوسری حدیث پاک میں آپ نے فرمایا وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا لَا يُطِيقُوْنَ یعنی محنت کار ملازم یا مزدور پر ایسی نوعیت کا یا اتنی مقدار میں کام کا بار ڈالنا جائز نہیں ہے جو اس کے لیے جسمانی طور پر باعث تکلیف ہو۔ یا اس کی صحت کی خرابی کا موجب ہو لیکن بعض اوقات ایسی مجبوریاں بھی پیش آجاتی ہیں جب کہ مجبوراً زیادہ کام کرنا پڑتا ہے تو اس صورت کے لیے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمادی ہے فَإِذَا كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَأَعِيْنُوْهُمْ یعنی اگر ملازم یا مزدور پر زیادہ کام کا بار ڈالا جائے تو اس کے مطابق اس کو زیادہ سہولتیں بھی دی جائیں خواہ اس کو زیادہ اجرت دی جائے یا اس کے ساتھ دوسرے معاون مزدور یا ملازم لگائے جائیں تاکہ کام سہولت کے ساتھ ہو سکے۔

مزدور کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں آپ نے سب سے پہلے مسلمانوں کے ذہن میں یہ احساس اجاگر کیا ہے کہ مزدوری کرنے والے تمہارے بھائی ہیں

لہذا ان کو اپنے سے کمتر اور حقیر خیال کرنا ایمان کے منافی ہے آپ کا ارشاد مقدس ہے۔ عِبَادُ اللّٰہِ جَعَلَہُ اللّٰہُ تَحْتَ اَیْدِیْکُمْ : یعنی یہ تمہارے ملازم اور مزدور تو جیسے اللہ کے بندے ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے اس لیے ان کے ساتھ سلوک و احسان سے پیش آؤ۔

آجروں، غلاموں اور ملازمین کے ساتھ حسن سلوک کی جو تعلیم آپ نے متاجروں، مالکوں اور افسروں کو دی ہے اس میں سے چند بیان کی جاتی ہیں۔

۱. گالی گلوچ اور فضول بکواس سے پرہیز کیا جائے یعنی مزدوری کرنے والوں کو ان کے مالک حقیر سمجھ کر ان کو گالی نہ دیں۔

۲. مزدوروں سے ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ لیا جائے۔

۳. پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدور کی مزدوری ادا کر دی جائے۔

۴. جو شخص اپنے ماتحت سے اس کے کام میں ازراہ ہمدردی سہولت اور کمی کر دے گا۔ اللہ تعالےٰ اس کے عذاب میں کمی کرے گا۔

۵. خادم آقا کی خدمت میں کھانا لے کر آئے تو ازراہ ہمدردی اس کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلائے یا اس میں سے کچھ کھانا اس کو دے دے۔

۶. غلام ان پڑھ ہو تو اس کی تعلیم کا بندوبست کرو ایسا کرنے والے کو اللہ تعالےٰ اس کے صلہ میں جنت عطا فرمائے گا۔

۷. کبھی خادم کے ساتھ خود آگے بڑھ کر اس کے کام میں ہاتھ بٹاؤ۔

۸۔ فرمایا یہ لوگ تمہارے بھائی ہیں جو تمہارے ماتحت کام کرتے ہیں لہٰذا جو کچھ خود کھاؤ ان کو کھلاؤ اور جو کچھ خود پہنو ان کو پہناؤ۔

اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے جس طرح افرادِ اُمت کو اپنے ماتحتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تعلیم دی ہے اسی طرح خود بھی اسی پر عمل کرکے اس تعلیم کا عملی نمونہ پیش فرمایا ہے۔

آپ کے خادم حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا مَا نَھَرَنِیْ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَا ضَرَبَنِیْ یعنی انھوں نے کہا کہ میں نے دس سال آپ کی خدمت کی لیکن اس ساری کی ساری مدت میں نہ تو آپ نے کبھی مجھ کو جھڑکا اور نہ کبھی مجھ کو مارا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غلاموں پر خصوصیت کے ساتھ شفقت فرماتے تھے آپ کی ملکیت میں جو غلام آتے آپ ہمیشہ ان کو آزاد فرما دیا کرتے تھے۔ ان کے باپ بیٹے کے لیے آتے مگر وہ اس آستانۂ رحمت پر باپ کے ظلِ عاطفت کو ترجیح نہ دے سکے اور جانے سے صاف انکار کر دیا۔ غلاموں پر آپ کی اس رحمت و شفقت کا یہ اثر تھا کہ اکثر کافروں کے غلام بھاگ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ انہیں آزاد فرما دیا کرتے تھے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعلق روایت ہے کہ آپ اپنے خادم اسلم کے ساتھ کاروبارِ مملکت کی سرانجام دہی کے دوران خود

بوجھ اٹھا لیا کرتے تھے۔

مزدوروں کے ساتھ اس قدر حسنِ سلوک کی تاکید اور تعلیم کے ساتھ آپ نے مزدوروں اور آجروں کو یہ تاکید بھی فرمائی کہ ان کو محنت، جانفشانی ایمانداری اور دیانت داری کے ساتھ کام کرنا چاہیئے۔

حاصل یہ ہے کہ ایک طرف تو کارخانوں، زمینوں اور دیگر املاک کے مالکوں اور افسروں اور مستاجروں کو چاہیئے کہ وہ اپنے ماتحتوں، غلاموں اور مزدوروں کے ساتھ ایسا سلوک کریں جس کی تعلیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ اور دوسری طرف مزدوروں اور محنت کاروں کو بھی محنت، جانفشانی اور دیانتداری کے ساتھ اپنا کام انجام دینا چاہیئے چونکہ آجر اور مستاجر دونوں طبقوں کا باہمی تعاون ہی ملکی ترقی اور استحکام کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

زراعت

پیشہ زراعت کی قدر و منزلت کا اندازہ کلام پاک کی اس آیت مقدسہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

مَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن

یَّشَاۤءُ ط۔

جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے۔ جیسے ایک دانہ جو اگتا ہے وہ اگاتا ہے سات بالیں اور ہر بال میں سو دانے بدلہ اور اللہ تعالٰے جس کے لیے چاہتا ہے اس سے بھی زیادہ بڑھا دیتا ہے۔

اس آیت کے ضمن میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اس آیت مقدسہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زراعت کا پیشہ تمام پیشوں سے افضل ہے اور روزی کمانے کے ذرائع میں سے بہت باعزت اور اعلٰی ذریعہ ہے۔

کسان کی عظمت کا اندازہ سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ التحیۃ والسّلام کے اس ارشادِ گرامی سے لگایا جا سکتا ہے۔

مَنْ زَرَعَ زَرْعًا اَوْغَرَسَ غَرْسًا فَاَکَلَ مِنْهُ اِنْسَانٌ اَوْ حَیْوَانٌ کُتِبَ لَهٗ صَدَقَةٌ۔

یعنی جس نے کھیت میں بیج بویا یا کوئی پودا لگایا پھر اس کھیت یا درخت سے کسی انسان یا حیوان نے کچھ کھایا تو وہ اس کے لیے صدقہ شمار کیا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ نے ایک موقعہ پر زراعت پر زور دیتے ہوئے فرمایا۔ مَنْ کَانَتْ لَهٗ زَرْعٌ فَلْیَزْرَعْهَا۔ جس کے پاس کھیت ہو تو اس کو چاہیئے کہ وہ اس کو جوتے اور اس میں کھیتی باڑی کرے۔

ترمذی شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے روایت

ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِلْتَمِسُوا الرِّزْقَ فِی خَبَایَا الْاَرْضِ :۔
یعنی زمین کی تہوں سے اپنا رزق تلاش کرو اور فرمایا زراعت فرض کفایہ ہے اگر لوگ اس کی طرف سے غفلت برتیں تو امام وقت کو چاہیئے کہ لوگوں کو جبراً کاشتکاری کی طرف راغب کرے اور درخت لگانے کا حکم دے۔

روایت ہے کہ خلیفہ معتضد نے خواب میں حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی زیارت کی اور حضرت نے اسے مساۃ یعنی ہل پکڑا تے ہوئے فرمایا خذھا فانھا مفاتیح خزائن الارض اس کو پکڑ دیعنی ہل چلا) کیونکہ یہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں ہیں۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس طرح زراعت اور کسان کے ہل کی تعریف فرمائی ہے اور ان کے کام کو نیک نیتی کے تحت نیکی شمار فرمایا ہے اور اس پیشہ کی عظمت بیان فرمائی ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ تاکید بھی فرمائی ہے کہ وہ اس عمل کے درمیان ناجائز طریقہ سے کسی کے کھیت کو قبضہ میں لانے کے لیے دھوکہ بازی اور فریب کاری سے اجتناب کریں۔ زبردستی اور ناجائز طور پر کسی کی زمین پر قبضہ کرنا کس قدر سخت گناہ ہے اس کا اندازہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد گرامی سے لگایا جاسکتا ہے جس میں آپ نے فرمایا مَنْ ظَلَمَ مِنَ الْاَرْضِ شَیْئًا طُوِّقَہٗ مِنْ سَبْعِ اَرْضِیْنَ یعنی جو کسی کی زمین سے تھوڑا سا بھی حصہ غصب کرے گا قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا طوق اس کے

گلے میں ڈالا جائے گا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بالشت قطعہ زمین پر ناجائز طریقے سے قبضہ کرنا حرام اور اس جرم کا ارتکاب کرنے والا ملعون ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرمی اور کندیؓ دو شخصوں کے درمیان زمین کے ایک قطعہ کے بارے میں نزاع پیدا ہو گیا۔ جس پر دونوں فریق اپنا مقدمہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے آپ نے دونوں کے دلائل سننے کے بعد فیصلہ ایک کے حق میں دے دیا ابھی وہ فیصلہ سننے کے بعد چند قدم ہی گئے ہوں گے کہ آپ نے ان کو بلایا اور فرمایا۔ کہ میں نے تمہاری ظاہری گفتگو کے مطابق فیصلہ دیا ہے لہذا حقیقت اگر اس کے برعکس ہے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ میرے فیصلہ سے ناجائز جائز بن جائے گا بلکہ میرے فیصلہ کے باوجود اگر صورت حال دوسری ہے تو گویا میں نے اسے آگ کے انگارے دیئے ہیں آپ کا یہ ارشاد سننے کے بعد جبراً زمین پر قبضہ کرنے والے نے توبہ کی اور زمین مالکمٔ کے حوالے کر دی۔

اس کے ساتھ ساتھ غلے کی تجارت کے سلسلہ میں آپ کے ارشادات عالیہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ غلہ کی خرید و فروخت اور تجارت میں کسی قسم کا دھوکا ہرگز نہیں کرنا چاہیئے جیسا کہ ذیل کی احادیث پاک سے ظاہر ہوتا ہے

رافع بن خدیج رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا پیشہ بہتر ہے؟ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے فرمایا انسان کا اپنے ہاتھ سے کمانا یعنی بہترین پیشہ وہ ہے جو ہاتھ سے کیا جائے مثلاً زراعت، کتابت، دستکاری، محنت مزدوری اور مقبول بیع یعنی تجارت جو بد دیانتی اور مکر و فریب سے پاک ہو:

۲۔ بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلے کو قبضے میں لینے سے پہلے اس کو فروخت کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔

۳۔ اگر کوئی دیہاتی غلہ بیچنے کے لیے لاتا ہے مگر ایک شہری اس سے کہتا ہے کہ غلہ میرے حوالے کر جاؤ قیمت چڑھے گی تو میں بیچ دوں گا۔ آپ نے اس کی بھی ممانعت فرمائی ہے مقصد یہ ہے کہ خرید و فروخت اپنے فطری انداز میں ہونی چاہیئے۔ مصنوعی تدبیروں سے چیزوں کو مہنگا نہیں کرنا چاہیئے۔

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بازار میں) غلہ کے ایک ڈھیر کے قریب سے گذرے تو رک کر ڈھیر میں ہاتھ ڈالا۔ غلے میں کچھ نمی تھی فرمایا اے غلہ کے مالک یہ کیا ہے یعنی غلہ گیلا کیوں ہے۔ اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول غلہ بارش سے بھیگ گیا تھا فرمایا تو نے گیلا غلہ اوپر کیوں نہیں رکھا کہ لوگ اس کو دیکھ لیتے پھر ارشاد فرمایا جس نے فریب کیا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے،

۵۔ واثلہ بن اصقع کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص عیب دار چیز بیچتا ہے اور اس کا عیب ظاہر

نہیں کرتا وہ ہمیشہ غضب الٰہی کا شکار رہتا ہے اور فرشتے ہمیشہ اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔

۶۔ ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ جس شخص نے گرانی کے خیال سے غلے کو چالیس دن تک روکے رکھا اس نے خدا کے عہد کو توڑ ڈالا اور خدا بھی اس سے بیزار ہو گیا۔

۷۔ نیز فرمایا غلے کو گرانی کے خیال سے روکنے والا اور بند رکھنے والا ملعون ہے۔ ان احادیث میں حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذخیرہ اندوزی کی شدید مذمت اور مخالفت فرمائی ہے۔

نیز آپ کی احادیث پاک اور ارشادات مقدسہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فن زراعت، کھیتی باڑی، اور غلے کی تجارت مفید ترین پیشے اور نہایت مقدس کاروبار ہیں لیکن ہمارے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اس بہترین کار خیر کو ضائع نہ کریں اور نیکیوں کے خرمن کو خود اپنے ہی ہاتھ سے آگ نہ لگائیں۔ تاکہ دنیا کی یہ کھیتی آخرت کے لیے سرمایہ بن سکے۔

باب سوم

معاملات

حصّہ سوم

"آدابِ معاشرت"

آداب معاشرت

قرآنِ پاک کی تعلیم میں غور کرنے سے یہ بات یقینی طور پر واضح ہوتی ہے کہ شریعت سب کی سب آداب و اخلاق کی تعلیم پر مشتمل ہے۔ ایمان کی تکمیل آداب کی بجا آوری سے ہوتی ہے حفظِ مراتب اسلام کی پہلی تعلیم ہے سرکار دو عالم احمد مجتبیٰ احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا حُسْنُ الْاَدَبِ مِنَ الْاِیْمَانِ یعنی مومن کی پہچان یہ ہے کہ اس کے آداب اچھے ہوں۔

نیز فرمایا اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ۔ یعنی باری تعالیٰ نے مجھ کو آداب کی تعلیم دی اور مجھ کو نہایت عمدہ اور بہترین ادب سکھایا۔

دنیا و دین کے کاموں کی خوبی اور خوبصورتی کا دار و مدار خوش خلقی اور باادب ہونے پر منحصر ہے۔ آداب کی حفاظت اور پابندی کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے لوگوں میں باہمی اخوت، ہمدردی، محبت، اور انسانیت بڑھتی ہے اور اس سے عزت و احترام اور فتح و نصرت حاصل ہوتی ہے۔

ادب اختیار کرنا گویا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنا ہے۔ اور جو لوگ ادب کے پابند نہیں ہیں اور آداب اسلامی کا لحاظ نہیں رکھتے وہ بالفاظ دیگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہیں کرتے

سلام کے آداب

اسلام اپنے معاشرے میں الفت و محبت اور سلامتی کا درس دیتا ہے اور یہی چیز اس کی تعلیمات کا محور ہے اسلام نے ملنے جلنے کے جو آداب سکھائے ہیں اس میں محبت و شفقت خلوص و انسانیت کارفرماں ہیں۔ ملاقات کے وقت ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے کس قسم کا رویہ برتنا چاہیئے اور باہمی میل جول میں کس طرح خلوص محبت کا اظہار کرنا چاہیئے اس بارے میں اسلام کی تعلیم قومی اور ملی اعتبار سے ایک منفرد حیثیت کی حامل ہے۔

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے جب تمہیں سلام کیا جائے تو اس سے بہتر انداز میں سلام کا جواب دو یا کم از کم انہیں الفاظ میں جواب دے دو حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کے مسلمان پر چھ پسندیدہ حقوق ہیں۔ ان میں پہلا حق یہ ہے کہ جب ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی سے ملے تو اس کو سلام کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور پوچھا اسلام میں کون سی عادت اچھی ہے۔ فرمایا یہ عادت کہ تو لوگوں کو کھانا کھلائے اور واقف نا واقف

ہر شخص کو سلام کرے۔ فرمایا تم لوگ جنت میں اس وقت تک داخل نہ ہوسکو گے جب تک ایمان نہ لاؤ گے اور تمہارا ایمان اس وقت تک کامل نہ ہو گا۔ جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرو گے کیا میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں کہ جس پر عمل کرنے سے آپس میں محبت کرنے لگو وہ چیز یہ ہے کہ اپنے ہاں سلام کو خوب رواج دو۔ اے لوگو سلام کو خوب رواج دو لوگوں کو کھانا کھلاؤ صلہ رحمی کرو اور جب لوگ رات کے وقت سو رہے ہوں تو اٹھ کر نماز پڑھو۔ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کا قرب اس انسان کو حاصل ہے جو سلام میں پہل کرتا ہے۔ جب اپنے کسی بھائی سے ملاقات ہو تو تمہیں چاہیئے کہ اسے سلام کرو۔ وہ چلا جائے اور تمہارے اور اس کے درمیان کوئی درخت دیوار یا پتھر حائل ہو اور پھر ملاقات ہو جائے تو دوبارہ سلام کرو۔ فرمایا تم اپنے گھر میں داخل ہونے وقت گھر والوں کو سلام کرو اور باہر جاؤ تب بھی سلام کر کے جاؤ۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے فرمایا" بیٹے جب تم گھر میں جاؤ تو گھر والوں کو سلام کرو تمہارا سلام تمہارے اور تمہارے گھر والوں کے لیے خیر و برکت کا موجب ہو گا۔ فرمایا سوار پیدل چلنے والوں کو سلام کرے اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوؤں کو تھوڑے آدمیوں کا گروہ زیادہ آدمیوں کے گروہ کو سلام کرے اور چھوٹا بڑے کو۔ تم میں سے جب کوئی شخص کسی مجلس میں پہنچے تو سلام

کرے اگر بیٹھنے کی ضرورت ہو تو بیٹھ جائے اور اگر چلنے لگے تو پھر سلام کر کے رخصت ہو۔ فرمایا جب لوگوں کا کوئی گروہ گزرے اور ان میں سے ایک شخص کسی آدمی یا گروہ کو سلام کرے تو یہ سلام ساری جماعت کی طرف سے ہے۔ اسی طرح محفل میں سے ایک شخص سلام کا جواب دے دے تو یہ جواب پوری محفل کی طرف سے ہو گا۔ فرمایا جو شخص اغیار کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ تم نہ تو یہود کے ساتھ مشابہت کرو نہ نصاریٰ کے ساتھ۔ یہودی انگلیوں کے اشارے کے ساتھ سلام کرتا ہے اور نصاریٰ ہتھیلیوں کے اشارے سے۔ جب دو مسلمان ملتے ہیں باہم مصافحہ کرتے ہیں اور خدا کی حمد و ثنا کے ساتھ ساتھ اپنی بخشش چاہتے ہیں تو انہیں بخش دیا جاتا ہے۔ فرمایا پورا سلام یہ ہے کہ السلام علیکم کہنے کے بعد مصافحہ بھی کرو۔ شعبی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ملے اور انہیں گلے سے لگا کر پیشانی پر بوسہ دیا۔ فرمایا مصافحہ کیا کرو اس سے بغض اور کینہ دور ہوتا ہے اور ایک دوسرے کو ہدیے بھیجا کرو اس طرح آپس میں محبت بڑھتی ہے۔

کھانے پینے کے آداب

معاشرت میں کھانے پینے کے آداب کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے
اسلام نے بھی ان معاشرتی آداب کو بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے

۱۔ کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھو لو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھو لینا فقر و افلاس کو دور کرتا ہے۔

۲۔ کھانے سے پہلے جوتے اتار لو

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کھانا سامنے رکھا جائے تو جوتے اتار لو۔ جوتے اتارنے سے پاؤں کو آرام ملتا ہے

۳۔ دستر خوان بچھا کر کھاؤ

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دستر خوان پر کھانا کھایا کرتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو کبھی چوکی پر رکھ کر کھانا تناول فرمایا اور نہ تھال میں بجائے دسترخوان زمین پر بچھا کر کھانا کھانے کو حضور پاک نے اس لیے پسند فرمایا کہ اس میں تواضع کی جھلک پائی جاتی ہے۔

۴۔ کھانا تواضع کے ساتھ بیٹھ کر کھاؤ

عبد اللہ بن بسر رضی اللہ تعالےٰ

عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا کھانے بیٹھتے تو گھٹنے ٹیک کر بیٹھتے جس طرح نماز میں بیٹھتے ہیں۔ ایک روز ایک دیہاتی نے کہا آپ کی نشست کیسی ہے یعنی اس طرح بیٹھنا آپ کے شایانِ شان نہیں ہے فرمایا اللہ نے مجھے متواضع بنایا ہے۔ ضدی اور سرکش نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ کبھی اکڑوں بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے اور کبھی ایک زانو ہو کر۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے "میں تو اللہ کا ایک غلام ہوں اس لیے اس طرح کھاتا ہوں جس طرح کہ ایک غلام کھاتا ہے اور اس طرح بیٹھتا ہوں جس طرح ایک غلام بیٹھتا ہے"

۵۔ ٹیک مت لگاؤ

ابو جحیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

لگا کر یا ٹیک لگا کر کھانا مت کھاؤ۔

ٹیک لگا کر کھانا پینا ممنوع ہے اور معدہ کے لیے مضر ہے البتہ اگر نقلی کی قسم کی کوئی چیز ہو تو لیٹے لیٹے بھی استعمال کی جا سکتی ہے۔

۶۔ کھانے کا مقصد | کھانے کا مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ اس سے جسم میں جو طاقت پیدا ہوگی اس کو اطاعت الٰہی میں صرف کر دوں گا۔

۷۔ کھانے سے پہلے اللہ کا نام لو | کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنی چاہیئے۔ اگر دوسرے لوگ بھی کھانے میں شریک ہوں تو اونچی آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنی چاہیئے تاکہ سننے والے کو بھی یاد آ جائے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنی بھول جائے تو جب یاد آ جائے یہ الفاظ کہے،

بسم اللہ اوّلہٗ و آخرہٗ۔

دیگر آداب | دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ لقمہ چھوٹا لو اور خوب چبا چبا کر کھاؤ اور جب تک پہلا لقمہ حلق سے نہ

اتار لو دوسرا لقمہ نہ کھاؤ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بھی کھانا کھاؤ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور کوئی چیز پیو تو دائیں ہاتھ سے کر پیو دوسری روایت میں ہے کہ کوئی شخص بائیں ہاتھ سے نہ کھائے نہ پیئے چونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔

کعب بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں یعنی انگوٹھے، انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی سے کھایا کرتے تھے کھانے کی مذمت نہ کرے بلکہ جو بھی میسر ہو اس کو خدا کا شکر ادا کر کے کھائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی کھانے کی تحقیر نہ فرماتے تھے بلکہ جو بھی سامنے رکھ دیا جاتا بخوشی تناول فرما لیتے اور اگر کسی وجہ سے پسند خاطر نہ ہوتا تو میلان کا اظہار ہی نہ فرماتے اور کھانے پر آمادہ ہی نہ ہوتے۔ کھانے کے آداب میں سے، ایک یہ بات بھی ہے کہ اپنے سامنے سے کھانا کھائے روٹی سے ہاتھ نہ پوچھے یہ اس کے احترام کے منافی ہے ن اگر گرم گرم ہو تو اسے پھونک سے ٹھنڈا کرنا نہیں چاہیے اور گرم گرم کھانا کھانا نہیں چاہیئے۔ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ کھانے میں سے

گرمی کا نکل جانا باعث برکت ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گوشت کو چھری سے کاٹ کر مت کھاؤ یہ اغیار کا طریقہ ہے بلکہ دانتوں سے توڑ کر کھاؤ۔ دانتوں سے کھانا لذت بخش اور ہاضمہ کے لیے مفید ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوب شکم سیر ہو کر نہ کھاؤ کچھ بھوک چھوڑ دینی چاہیئے کھانے میں تکلف نہ کرو اور فرمایا جب دسترخوان بچھ جائے تو کوئی شخص اس وقت تک نہ اٹھے جب تک دسترخوان بڑھا نہ دیا جائے اور جب تک لوگ فارغ نہ ہو جائیں کھانے سے ہاتھ نہ روکے۔ تاکہ دوسرے لوگ شرمندگی محسوس کر کے کھانا نہ چھوڑ دیں اور بھوکے نہ رہ جائیں

۹۔ دوسروں کو بھی کھانے میں شریک کرو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا کھاؤ تول کر کھاؤ۔ اللہ تعالےٰ اس میں تمہیں برکت عطا فرمائے گا۔ فرمایا دو آدمیوں کا کھانا تین کے لیے کافی ہے اور تین کا کھانا چار کے لیے کافی ہے یعنی کھانا کھاتے وقت دوست احباب بیوی بچے کسی کو اپنے ساتھ شامل کر لو یہ خیال نہ کرو

کہ کھانا کافی ہوگا۔ خود حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت مبارکہ تھی کہ عموماً تنہا نہیں کھاتے تھے آپ نے فرمایا بہترین کھانا وہ ہے جس میں کئی کھانے والے شریک ہوں۔

۱۰۔ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھو لو

ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھو او۔ دوسری حدیث میں فرمایا کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھو لینے سے جنون کا عارضہ لاحق نہیں ہوتا۔

۱۱۔ پانی پینے کے آداب

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی تین سانسوں میں پیا کرو اور اونٹ کی طرح ایک سانس میں نہ پیا کرو۔ نیز آپ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے (زمزم کا پانی اس سے مستثنیٰ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر نوش فرمایا تھا)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پینے وقت برتن میں سانس لینے اور پھونک مارنے سے منع فرمایا جیسے منی جب گرتی ہے تو کان یا کونہ وغیرہ ہاتھ سے پکڑنا چاہیئے

اور کھڑے کھڑے یا لیٹے لیٹے نہیں پینا چاہیئے۔

۱۲۔ شکر و حمد و ثنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھا کر خدا کا شکر ادا کرنے والا صابر روزہ دار کی مانند ہے
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہو جاتے تو یہ دُعا پڑھتے تھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ
(تمام حمد و ثنا اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں کھانا کھلایا اور پانی پلایا اور مسلمانوں کے زمرے میں شامل کیا۔)

آداب معاشرت کے بارے میں صوفیہ کرام کے اقوال

(کھانے کے آداب)

فرمایا حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ کھانا انسان کی زندگی کے لیے ایک ضروری چیز ہے۔ اور اس کے بغیر زندگی دشوار ہے لیکن کھانے پینے

میں اعتدال سے کام لینا چاہیئے اور کھانے کو زندگی کا اصل مقصود سمجھ کر جانوروں
کی طرح ہر وقت اسی کام میں مشغول نہ ہو جانا چاہیئے اور اس بات کا خاص طور
پر خیال رکھے کہ غریبوں اور محتاجوں کو بھی کھانے کے وقت یاد کرے تنہا نہ
کھائے۔ فرمایا کھانا ہمیشہ ہاتھ دھو کر کھانا چاہیئے اور کھانا کھانے کے بعد
اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیئے چونکہ یہ مسنون
طریقہ ہے۔

حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا زندہ رہنے
کے لیے کھانا فرض ہے۔ خدا تعالےٰ کی عبادت اور کسب معاش کے لیے
کھانا سنت ہے۔ سیر ہو کر کھانا مباح ہے لیکن سیری سے زیادہ کھانا حرام ہے

فرمایا ایک سالک کے لیے کھانے میں چار چیزیں فرض ہیں۔

۱۔ جو کچھ کھائے حلال ہو

۲۔ کھاتے وقت یہ خیال رکھتا ہو کہ وہ چیز خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے

۳۔ راضی بہ رضا ہو کر کھاتا ہو۔

۴۔ کھانا طاعت و عبادت کے لیے کھاتا ہو۔

اسی طرح اس کے لیے چار چیزیں سنت ہیں۔

۱۔ کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھے۔

۲۔ کھانا کھانے کے بعد الحمد للہ کہے۔

۳. کھانا کھانے سے پہلے اور اس کے بعد ہاتھ دھوئے۔

۴. کھاتے وقت دایاں پاؤں اٹھائے اور بایاں پاؤں بچھائے۔

کھاتے وقت کھانا اس کے سامنے ہو۔ لقمہ چھوٹا ہو۔ اس کو خوب چبائے دوسرے کے لقمے نہ دیکھے کوئی ٹکڑا اگر جائے تو اس کو اٹھا کر کھائے انگلیاں چاٹ کر صاف کرے اور کھانا سونگھ کر نہ کھائے۔

ایک سالک پر مہانداری کے فرائض یہ ہیں وہ مہمان کو اپنے لیے برکت سمجھے وہ آئے تو ماحضر یا شربت پلائے۔ کھانے کے وقت جو موجود ہو مہمان کے سامنے رکھ دے اس کی خاطر داری میں اپنے اوپر تکلیف نہ اٹھائے اگر قدرت ہو تو حسب الوقت تکلیف اٹھالے۔ اعزا اور اقربا کو بھی بلائے لیکن ان کے بلانے میں امیر و غریب کا امتیاز نہ کرے۔ مہمان سے یہ نہ پوچھے کہ کھانا لایا جائے بلکہ خود کھانا لائیے۔ کھانے کا آغاز مہمان ہی کرے کھاتے وقت مہمان کو جلدی کرنے کے لیے نہ کہے۔ مہمان کے سامنے بچوں پر غصہ نہ کرے۔ مہمان کو وضو کرنے کی جگہ اور بیت الخلا دکھادے۔

حضرت سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے آداب طعام بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ سالکوں کے لیے تقلیل طعام ضروری ہے اور جب وہ کھانا کھائیں تو ہر لقمہ کے ساتھ بسم اللہ کہیں بلکہ سورۃ فاتحہ پڑھیں جو چیز کھائیں وہ بالکل حلال ہو۔ اپنی روزی کو حلال ثابت کرنے کے لیے کوئی تاویل نہ

نہ کریں۔ اگر کسی جگہ دعوت ہو اور اس میں شرکت کریں لیکن کھانے کا ارادہ نہ رکھتے ہوں یا تھوڑا ہی کھانا چاہتے ہوں تو اس کو اپنے بیٹھنے کے انداز سے ظاہر نہ کریں۔ اس سے تکبر کا اظہار ہوتا ہے کھانے کے وقت بائیں پاؤں پر بیٹھیں اور دایاں پاؤں کھڑا کریں یہ مسنون طریقہ ہے کھانا شروع ہو تو پہلے خود لقمہ نہ اٹھائیں بڑے لقمہ سے پرہیز کریں لقمہ کو تین انگلیوں سے اٹھائیں اور جب تک دوسرے لوگ کھانے سے فارغ نہ ہو جائیں اپنے ہاتھ اور منہ کو حرکت دیتے رہیں۔ ہاتھ کی انگلیوں اور منہ کو کھانے کی چیزوں سے آلودہ نہ کریں۔ پہلے روٹی اور گوشت کھائیں اس کے بعد ترشی ملائیں پھر میٹھی چیزیں کھائیں۔ روٹی کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے دسترخوان پر نہ چھوڑیں یا تو پوری کھائیں یا آدھی۔ زیادہ سیر ہو کر کھانے کی بجائے کچھ بھوک باقی رہے تو کھانا چھوڑ دیں۔ دعوت کے کھانے کی زیادہ تعریف کریں نہ برائی کریں۔ کھانے کے بعد مسلسل پانی نہ پیتے رہیں۔ لوگوں کے سامنے کھانے کے بعد یا کھانے کے درمیان ڈکار نہ لیں۔ مجلس میں خلال نہ کریں اگر میزبان صاحب احتیاج ہو تو اس کی خدمت میں کچھ زر نقد پیش کریں۔

چلنے پھرنے کے آداب

فرمایا حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے انسان کو ہمیشہ آہستہ اور

عاجزی اور انکساری سے چلنا چاہیئے اور چلنے کی حالت میں ادھر اُدھر دیکھنا خلافِ تہذیب ہے اور جب راستہ میں کسی مسلمان سے ملاقات ہو تو اس کو سلام کرنا چاہیئے۔

سونے کے آداب

فرمایا انسان کے لیے سونا اس کی صحت کے لیے لازمی ہے لیکن اعتدال کے ساتھ سونا چاہیئے چونکہ زیادہ سونے سے انسان کا دل خدا کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے اور خدا کی یاد اور اس کے ذکر سے غافل ہونا حجاب ہے اور آخر شب میں بیدار ہو کر ذکرِ الٰہی میں مشغول ہونا چاہیئے کیونکہ یہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی سنت ہے۔

گفتگو کے آداب

فرمایا اگرچہ قوتِ نطق و گویائی اللہ تعالےٰ کی دی ہوئی بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے لیکن اس سے آفتیں اور فتنے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھ کو اپنی امت کی زبان کی طرف سے

بڑا خدشہ اور اندیشہ ہے لہٰذا ہر مومن اور بالخصوص مرید کے لیے لازم ہے کہ جب بات منہ سے نکالے تو اس کے ہر پہلو پر اچھی طرح سے غور کرے اور یہ سوچ لے کہ جو بات وہ کہہ رہا ہے وہ سچ ہے یا جھوٹ اور سچ نہ ہو تو خاموش رہے انتہائی ضرورت کے وقت اور بہت کم بولنا چاہیئے۔ اور جب کوئی بات کہے تو وہ وعظ و نصیحت اور حکمت و معانی سے پُر ہونی چاہیئے

سوال کے آداب

اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ کے سچے اور نیک بندوں کی پہچان یہ ہے کہ وہ سوال کرتے وقت لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے اور جب اللہ کے بندوں سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ سائل کے سوال کو رد نہیں کرتے لیکن جس حد تک ممکن ہو سکے مسلمان کو اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے اور سوال کرنے سے اجتناب کرنا چاہیئے کیونکہ اللہ کے علاوہ دوسروں سے مانگنے کا یہ مطلب ہے کہ اس کو اللہ تعالےٰ کی اعانت اور اس کی ذات پر مکمل بھروسہ نہیں ہے اور یہ کھلا ہوا شرک ہے البتہ اگر کوئی شدید ضرورت پیش آجائے تو اپنی غربت اور مفلوک الحالی کا نیک سیرت، خیرات کرنے والوں اور مخیر حضرات کے سامنے بیان کرنے کی شریعت نے اجازت

دی ہے چونکہ اگر سوال کرنا ممنوع اور ناجائز ہوتا تو پھر لوگ زکوٰۃ و صدقات کس کو دیتے۔

آداب مصاحبت

فرمایا حضرت شیخ علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ نے صحبت کے آداب یہ ہیں کہ ہر شخص کے درجے کے مطابق اس سے سلوک کیا جائے انسان کو چاہیئے کہ وہ بوڑھوں کو باپ کے برابر سمجھ کر ان کی عزت کرے ہم عمروں کو بھائی سمجھے اور ان کے ساتھ احسان و مروت سے پیش آئے چھوٹوں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرے۔ کینہ حسد اور خیانت سے جہاں تک ہو سکے پرہیز کرے

آداب اقامت

فرمایا جب کوئی درویش سفر چھوڑ کر ایک جگہ مقیم ہو جائے تو اسے ان آداب کی پابندی کرنی چاہیئے۔ مسافروں سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آئے۔ ان کی عزت کرے۔ مہمانوں سے یہ سوال پوچھے کہ تم کون ہو اور تمہارا نام کیا ہے۔ اگر مہمان خلوت پسند ہو تو اس کے لیے جگہ خالی کر دے۔ اگر

وہ مجلس پسند ہو تو اس کی مرضی کے مطابق اس سے گفتگو کرے۔ صاف ستھرے حمام میں غسل کرائے۔ اگر وہ پسند کرے تو اس کو زیارت یا سیر کے لیے لے جائے اور اس کے لیے اجنبی خدمت گار مقرر نہ کرے۔

آدابِ سفر

فرمایا حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ درویش کا سفر کسی خواہش کی پیروی کے لیے نہیں ہونا چاہیے آپ نے درویش کے سفر کے حسب ذیل مقاصد بیان فرمائے ہیں۔

۱. برائے حج یا عمرہ

۲. برائے حصول علم

۳. برائے زیارت بزرگان

۴. برائے جہاد

۵. برائے تبلیغ

فرمایا درویش کا سامان سفر گدڑی، مصلیٰ، لوٹا، رسی، جوتا اور عصا ہونا چاہیے کہ گدڑی سے ان کو ڈھانکے مصلے پر نماز پڑھے، لوٹے سے طہارت کرے، عصا کی مدد سے آفتوں کو دور کرے۔ وہ کنگھی [illegible]

سرمہ دانی اور تیل بھی اپنے پاس رکھ سکتا ہے مسافر کے لیے ضروری ہے کہ وہ
ہر حال میں سنت کی پیروی کرے۔ جب کسی مقیم درویش کے پاس پہنچے۔ تو
عزت و احترام سے پیش آئے۔ منزل پر پہنچ کر دو رکعت نماز نفل ادا
کرے۔ اپنے میزبان پر زیادہ بوجھ نہ ڈالے۔

باب چہارم

"تصوف"
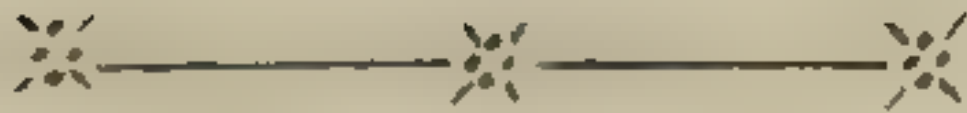
اوامر و نواہی کا پابند ہونا شریعت ہے۔ اور اوامر و نواہی کی تحقیق اور ان کی روشنی میں ضمیر کی صفائی، اخلاق کی تطہیر اور نفس کے تزکیہ کا نام طریقت ہے اور ماسویٰ اللہ سے منقطع ہو کر روح میں تجلی پیدا کرنا حقیقت ہے۔ اس طرح شریعت سے طریقت اور طریقت سے حقیقت حاصل ہوتی ہے۔

(حضرت مخدوم الملک شرف الدین احمد منیری رحمتہ اللہ علیہ)

"تصوف"

حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کی تعریف یہ بیان کی
ہے کہ اعتقاداتِ صحیحہ اور فرائض و سنن کی پابندی کے ساتھ تمام اخلاقِ رذیلہ
سے علیحدہ ہونے اور جملہ اخلاقِ فاضلہ سے متصف ہونے کو تصوف کہتے ہیں
حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمام تعلقات سے الگ تھلگ
ہو کر اللہ تعالیٰ کے ہو رہنے کو تصوف کہتے ہیں۔ حضرت مرتعش رحمۃ
اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حقائق و معارف کو حاصل کرنے اور اہلِ دنیا سے کلیتہً
ناامید ہو جانے کا نام تصوف ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے
فرمایا کہ نفس کو لوازمِ عبودیت کی مشق کرانا ہی تصوف ہے۔ حضرت سری سقطی
رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت مختصر الفاظ میں تصوف کی یہ تعریف کی ہے کہ حسنِ
خلق کا نام تصوف ہے۔ ابوحفص حداد نیشاپوری کا قول ہے کہ تصوف

باطن میں آداب شرعیہ کے ساتھ قائم ہونے کو تصوف کہتے ہیں اس طرح پر کہ ان کا اثر ظاہر سے باطن پر اور باطن سے ظاہر پر پیش ہو جائے۔ بشر بن الحارث کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صدق برتنے اور مخلوقات کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنے کو تصوف کہتے ہیں۔ حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اخلاق و معاملات کو مہذب بنانا اور اپنے باطن کو شرک و کفر کی آلودگیوں اور نجاستوں سے پاک کرنے کا نام تصوف ہے۔

لفظ صوفی کے ماخذ کے متعلق اولیا کرام کے مختلف اقوال

۱۔ بشر بن الحارث فرماتے ہیں صوفی وہ ہے جس کا دل اللہ کی خاطر پاک و صاف ہو۔

۲۔ بعض کا قول ہے کہ انہیں صوفی اس لیے کہا گیا کہ یہ اللہ عز و جل کے حضور میں پہلی صف میں ہیں۔

۳۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ انہیں صوف پہننے کی وجہ سے صوفی کہا گیا ہے۔ ابن خلدون کا یہی قیاس ہے۔

۴۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کو صوفی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان کے اوصاف ان اہل صفہ کے اوصاف سے ملتے جلتے ہیں جو عہد رسالت میں تھے۔

بہر حال لغت کے اعتبار سے تصوف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے اعتبار سے اس کا رشتہ چاہے صفا سے ملتا ہو اس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم جزو ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النیت پر ہے اور جس کی نہایت تعلق مع اللہ اور حصول رضائے الٰہی ہے۔

یہ تو اس دور کی صنف ہے جب سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں مصروف ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے اُس غارِ حرا میں تصوف کا جو مقدس پودا لگایا گیا تھا وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس تعلیمات کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتا رہا اور ایک تناور درخت بن کر صبر و شکر عزیمت و استقامت، اخلاصِ نیت اطاعتِ الٰہی اور اتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں برگ و بار لایا اور اس عظیم الشان درخت کی ٹھنڈی اور گھنی چھاؤں میں لاکھوں بلکہ کروڑوں انسانوں کو سکونِ دل اور اطمینان بھی میسر آیا۔

اگر کلامِ پاک کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ نتیجہ بآسانی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ انبیا علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ہی نفوسِ انسانی کا تزکیہ ہے۔ حضرت

ابراہیم علیہ السّلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے لیے جو دُعا فرمائی اس میں آپ کی بعثت کے لیے اصل مقصد یہی بیان فرمایا کہ آپ لوگوں کے قلوب کا تزکیہ فرمائیں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالےٰ ہے رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

یعنی اے ہمارے رب تو ان ہی انہی میں سے ایک رسول بھیج جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائیں اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیں اور ان کا تزکیہ کریں بیشک تو غالب اور حکمت والا ہے۔

اس کے بعد جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی دُعا بارگاہ الہی میں مقبول ہوئی اور حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی کی حیثیت سے اس دنیا میں تشریف لائے تو اس کی غرض و غایت بھی اللہ تعالےٰ نے یہی بیان فرمائی۔

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۔

یعنی جیسا کہ ہم نے تم میں ایک رسول انہی میں سے بھیجا جو تم کو ہماری آیتیں سناتے ہیں اور تمہارا تزکیہ کرتے ہیں اور تم کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور تم کو وہ باتیں سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے تھے۔

اسی طرح سورۃ جمعہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی غرض و غایت

بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے بنی اسمٰعیل پر ان الفاظ میں احسان کا اظہار فرمایا ہے۔

ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۔

یعنی وہ خدا ہے جس نے امیوں یعنی بنی اسمٰعیل میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور بیشک اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔

جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اصل مقصد لوگوں کا تزکیہ قرار دیا گیا ہے اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا اصل مدعیٰ اسی چیز کو قرار دیا گیا ہے فرمایا اِذْھَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّہٗ طَغٰی فَقُلْ ھَلْ لَّکَ اِلٰٓی اَنْ تَزَکّٰی۔

یعنی فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے اور اس سے کہو کہ ہے تیرے اندر کچھ رغبت کہ تو تزکیہ حاصل کرے۔

نیز قرآن مجید اس بات پر شاہد ہے کہ آخرت میں انسان کی نجات وفلاح کا انحصار تزکیہ نفس پر ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ

زَکّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۔ یعنی اس نے فلاح پائی جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اور وہ نامراد ہوا جس نے اس کی گندگیوں پر پردہ ڈالا ۔ اس طرح دوسری جگہ فرمان خداوندی ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی یعنی اس نے فلاح پائی جس نے تزکیہ حاصل کیا۔

اسی تزکیہ نفس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔
اَلَا اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ (صحیح بخاری)
یعنی خبردار انسان کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے اگر اس کی اصلاح ہوگئی تو تمام جسم کی اصلاح ہوگئی اگر وہ خراب ہوگیا تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے ۔ اور خبردار وہ لوتھڑا قلب ہے۔

یہ حدیث پاک بتاتی ہے کہ انسان کی اصلاح دل کی پاکی سے ہوتی ہے ۔ اور دل کی پاکی اللہ تعالےٰ کی ہدایتوں پر اسوۂ حسنہ کی روشنی میں عمل سے ہوتی ہے اور دل کی پاکی یہ ہے کہ مومن کی ہر حرکت وسکون اللہ تعالےٰ کی مرضی کے خلاف نہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق ہو۔

عبادت کا یہی جامع مفہوم ہے کہ پوری زندگی اللہ تعالےٰ کے حکم کی تعمیل میں بسر کی جائے اور اصل میں عبادت کا مقصد بھی تزکیہ نفس اور اور تطہیر قلب ہے ۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ٥

یعنی اے لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے گذرے ہیں تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔

اسی طرح روزے کے حکم کے بعد بھی لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم متقی بن جاؤ فرمایا گیا ہے اس کے علاوہ دین کے اور دوسرے احکام مثلاً شرک سے دور رہنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے۔ افلاس کے خوف سے اولاد کو قتل کرنے۔ ہر قسم کی بے حیائی سے بچنے ناحق کسی کی جان لینے۔ یتیم کے مال سے ہاتھ روکنے ناپ تول میں کمی نہ کرنے۔ فیصلہ میں عدل۔ قصاص اور اللہ کے عہد کو پورا کرنے کے تمام احکام میں بھی تقویٰ ہی کو مقصود قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے کی غایت بھی یہی بتائی گئی ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

سورۂ بقرہ میں عورتوں کے ساتھ حسن سلوک، طلاق و خلع اور حلالہ وغیرہ کے احکام کے بعد بھی ارشاد ہوتا ہے۔ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ یہ تمہارے لیے پاکیزگی ہے نیز سورۂ نور میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے گھر جائے اور وہاں اس کو یہ جواب ملے کہ واپس چلے جاؤ تو اس حکم کے ماننے کو بھی اَزْكٰى لَكُمْ فرمایا جا رہا ہے۔ یعنی یہ ہمارے نفس کے تزکیہ کے لیے ہے۔

مردوں اور عورتوں دونوں کو نظریں نیچی رکھنے کی ہدایت اور عصمت و عفت کے تاکیدی حکم کے بعد بھی یہی فرمایا جا رہا ہے "ہو ازکیٰ لکم" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جملہ عبادات اور احکام کا مقصد تزکیۂ نفس ہی ہے۔

مندرجہ بالا آیات مقدسہ اور احادیث متبرکہ سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تزکیہ نفس جو تصوف کی اصل اور روح ہے یہی تمام دین و شریعت کی غایت اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا حقیقی مقصود ہے دین میں جو اہمیت اس چیز کو حاصل ہے وہ کسی اور چیز کو میسر نہیں دوسری چیزیں ذرائع و وسائل کی حیثیت رکھتی ہے اور یہ چیز غایت و مقصد کی حیثیت کی حامل ہے۔

درحقیقت یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تصوف یعنی تزکیہ نفس اس کا سرچشمہ اور منبع و مصدر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کی تعلیم سے تزکیہ کا آغاز ہوتا ہے اور پھر اسی کے حقائق و دقائق اور مزید رموز ہیں جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اور وسیلہ سے واضح ہو کر اس تزکیہ کی تکمیل کرتے ہیں۔

اسی بنا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو تزکیہ نفس کی خاص طور پر تعلیم کا اہتمام فرمایا۔ جناب ختم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کے انسانوں کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ اس لیے دنیا کے ہر گوشہ میں تبلیغ کی

ضرورت تھی اور دعوت کے لیے ایسے اشخاص موزوں ہو سکتے تھے جو علم دین سے صحیح طور پر واقف ہوں اور عملی طور پر تعلیمات دین کا نمونہ ہوں۔ چنانچہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسجد نبوی سے متصل ایک وسیع دالان درس و عمل کے لیے مخصوص فرمایا اور چیدہ چیدہ لوگ منتخب فرمائے جن میں طلب صادق کے ساتھ ذوق سلیم بھی تھا۔ چنانچہ یہ جماعت درس قرآن کے ساتھ اصلاح باطن میں مشغول ہوئی۔

جو لوگ قرآن مجید کو حفظ کر لیتے اور کتاب اللہ کے مطالب و حقائق کو آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے پوری طرح سمجھ لیتے اور مجاہدات و ریاضات کے مراحل کو طے کر کے تعلیمات اسلام کا کامل نمونہ بن جاتے تھے ان کو تبلیغ و دعوت کے لیے اطراف میں بھیج دیا جاتا تھا۔ یہ لوگ اصحاب صفہ کہلاتے تھے۔ زمانہ باسعادت میں چار سو اصحاب نے فراغت حاصل کی۔ ان میں سے اکثر کی میزبانی خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے اور بعض اصحاب ثروت و استطاعت بھی ان کی ضیافت کیا کرتے تھے انہی اصحاب صفہ میں حضرت معاذ بن جبل کے سپرد یہ کام تھا کہ جو امداد ان لوگوں کے لیے آتی اس کی حفاظت اور اس کی مناسب تقسیم کا انتظام فرماتے

اصحاب صفہ کی زندگی عبادت تعلیم قرآن و حدیث اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت حاصل کرنے کے لیے وقف تھی۔ ان کا سرمایہ حیات صبر و

توکل، عزتِ نفس ریاضت و مجاہدہ، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہو جاتا تھا۔ اس خوش قسمتی کا کیا کہنا کہ اپنا بہت زیادہ وقت اس نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں گزارتے تھے۔

اصحابِ صُفّہ کے متعلق امام ابوبکر بن ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "تقویٰ کی باتیں ان کا لازمہ کار ہیں۔ اللہ نے ان کے دلوں کو دنیا سے متنفر کر دیا۔ ان کے مجاہدہ میں خلوص پایا جاتا ہے لہٰذا وہ علوم الٰہیہ حاصل کرتے ہیں۔ ان کے مجاہدات اور ان کے معاملات خالصتہً للہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا انہیں وراثتِ انبیاء کے علوم عطا کیے جاتے ہیں ان کے باطن پاک و صاف ہوتے ہیں لہٰذا انہیں سچی فراست کا انعام دیا جاتا ہے ان کے قدم ثابت ان کے فہم پاکیزہ اور ان کے جھنڈے روشن ہوتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے ان کو فراست عطا ہوتی ہے۔ وہ اللہ کی طرف جاتے ہیں اور ماسوا سے اعراض کرتے ہیں۔ ان کے انوار تمام پردوں کو چیر کر نکل جاتے ہیں۔ اور ان کے اسرار عرش کے گرد چکر لگاتے ہیں۔ عرش والے کے یہاں ان کا بڑا رتبہ ہے اور عرش کے نیچے کی باتوں سے ان کی بینائیاں نابینا ہیں۔ یہ لوگ بظاہر اجسام ہیں مگر روحانی ہیں زمین پر ہیں مگر آسمانی ہیں۔ یہ مخلوق کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی ربانی ہیں۔ خاموش ہیں مگر سب کچھ دیکھتے ہیں۔ غائب ہیں مگر بارگاہ رب العزۃ میں حاضر ہیں۔ یہ ہیں تو بادشاہ مگر گدڑیوں میں

یہ لوگ قبیلوں کے معارف کنندہ، صاحب فضیلت اور دل کے نور ہیں۔ ان کے کان ہر اس چیز کو جسے وہ سنتے ہیں، محفوظ رکھتے ہیں۔ ان کے باطن صاف ہیں۔ ان کی یہ صفات ہیں کہ وہ پوشیدہ ہیں، صاحب صفا ہیں، صوفی ہیں، نوری ہیں، برگزیدہ ہیں اور مخلوق میں اللہ کی امانت ہیں اور یہ اُن میں سے چیدہ لوگ ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا اور جن میں اپنے نبی کے پاس چھپا کر رکھا۔ یہی لوگ اس نبی کی زندگی میں ان کے اہل صفہ تھے اور ان کی وفات کے بعد ان کی امت کے بہترین لوگ۔

اصحاب صفہ نہایت سادہ اور بے سر و سامانی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ صرف ایک چادر ان کا لباس تھی ان کے پاس چادر اور تہبند دونوں ایک ساتھ جمع نہ ہو سکے۔ نیز اُون کا لباس پہنتے تھے عربی میں اون کو صوف کہتے ہیں اس لیے بعض علما کا خیال ہے کہ صوف کی طرف نسبت سے ان کو صوفیہ کہا گیا پھر جس نے بھی اصحاب صفہ کی روش اختیار کی اس کو صوفی کہا جانے لگا تصوف کے طور و عمل کو اس لیے اختیار کیا گیا کہ اس سے نفس کا تزکیہ اور قلب میں جلا پیدا ہوتی ہے معاصی، شہوات، حب جاہ، حرص و طمع اور خود پسندی وغیرہ رذائل سے دل مزکی ہو جاتا ہے اور اسرار غیب منکشف ہوتے ہیں اور زبان حقائق عالیہ کی ترجمانی کرتی ہے۔ صاحب کتاب اللمع

لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کے الفاظ مقربون، صادقین، متوکلین، مخلصین، مسارعین الی الخیرات اولیا ابرار اور شاہدین سے صوفیہ ہی مراد ہیں۔

صوفیہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے ظاہری اور باطنی دونوں پہلوؤں پر عمل کرتے ہیں۔ اسوۂ رسول کے بعد صوفیہ کے لیے اسوۂ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے آثار صوفیہ کے لیے دلیل راہ ہیں۔ مثلاً حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنا سارا مال و اسباب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کر دیا اور دریافت کرنے پر کہا اہل و عیال کے لیے گھر میں خدا اور رسول کو چھوڑ آیا ہوں' صوفیہ کے پاس حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کا یہ فقرہ توحید کے رنگ میں ڈوبا ہوا تھا اور تصوف میں سب سے پہلا صوفیانہ قول مانا جاتا ہے۔

تصوف تلاش حقیقت کے عمل کا نام ہے۔ علم باطن تصوف کی بنیاد ہے اور عشق و محبت اس کا اصل مقام۔ علم، درعمل، عرفانِ ذات اور خود آگاہی کے ذریعے حقیقت تک پہنچنا تصوف کی معراج ہے۔ اس مسئلہ پر مولانا روم نے یوں روشنی ڈالی ہے۔

شریعت ہمچوں شمع است کہ رہِ می نماید۔ چوں در راہ آمدی ایں رفتن تو طریقت است و چوں بہ مقصود رسیدی آں حقیقت است۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ صرف اوامر و نواہی شریعت کا پابند ہونا

تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس کے لیے کافی ہے اور کسی شیخ کامل کی صحبت کی ضرورت نہیں جس طرح انبیاء کی حقیقت نبوت کو ناسمجھ کر اکثر جہال تکذیب کر دیا کرتے تھے، اس طرح صوفیہ کرام رحمہم اللہ کا بھی انکار کرنے والے ہر ایک زمانہ میں موجود رہے ہیں چنانچہ ابن جوزی جیسے محدث نے بڑے زور شور سے بڑے بڑے اکابر اہل عرفان حتیٰ کہ جنید و شبلی جیسے ائمہ طریقت کی ان الفاظ میں تردید کی کہ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ ان صوفیہ نے شریعت کی بساط کو لپیٹ دیا ہے، کاش یہ لوگ طریقہ صوفیہ کی پیروی نہ کرتے

امام عبدالوہاب شعرانی نے دیباچہ لواقح الانوار میں لکھا ہے کہ گروہ صوفیہ کے خلاف ہر زمانہ میں برابر صف آرائی ہوتی رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس مقام تک ان لوگوں کی ترقی اور رسائی ہو جاتی ہے عامہ عقول اس کو سمجھنے سے قاصر ہوتی ہیں مگر یہ لوگ ان منکرین کی کچھ پرواہ نہیں کرتے بلکہ پہاڑ کی طرح ثابت قدم رہتے ہیں۔ موصوف اپنی کتاب کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ اہل تصوف کا طریق انبیاء اور اصفیاء علیہم السلام کے نقش قدم پر چلنا ہے اور یہ اس وقت تک ہرگز مذموم نہیں ہو سکتا جب تک کہ صریح آیات و احادیث اور اجماع امت کے خلاف نہ ہو اگر کوئی بات ان کی ہر معیار مذکورہ بالا کے خلاف نہ ہو اور کسی کے سمجھ میں نہ آسکے تو اس کو اختیار ہے کہ اس پر عمل کرے یا ترک کر دے۔

تصوف سے مراد وہ حقیقی نور علم ہے جو کتاب اللہ اور سنت صحیحہ پہ بوجہ کمال عمل کرنے سے اولیاء اللہ کے دلوں میں چمکا کرتا ہے۔ جو شخص ظاہر و باطن میں کامل اتباع کرے گا اس پر ایسے معارف و حقائق اور اسرار و دقائق کا اظہار ہو گا جس کی شرح سے زبانیں قاصر ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجتہدین شریعت اور مجتہدین طریقت سب کے سب راست باز اور عدول لوگ ہوتے ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے خدمت شریعت کے لیے برگزیدہ کر لیتا ہے اس لیے جو شخص نظر دقیق سے کام لے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ اہل اللہ کے علوم ہرگز شریعت سے باہر نہیں جا سکتے اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ شریعت ہی تو ان کے لیے وصول الی اللہ کا ذریعہ ہے اور وہ ایک آن کے لیے بھی طریق شریعت سے علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم اہل تصوف کا علم کتاب و سنت کے ساتھ مضبوط کیا گیا ہے۔

مندرجہ ذیل آئمہ شریعت کے واقعات سے صوفیہ کے فرقہ مبارکہ کی صداقت و حقانیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کا قاعدہ تھا کہ فقہ کے دقیق سے دقیق مسائل کو بغرض استفسار شیخ وقت ابو حمزہ بغدادی قدس سرہ کی خدمت میں بھیجا کرتے اور شیخ کے جوابات

سے پورا پورا اطمینان حاصل کرتے تھے۔ امام ابو العباس بن شریح جب
جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بعد مصاحبت و
گفتگو کے فرمانے لگے کہ اس شخص کا کلام نہایت دقیق ہے جس کا سمجھنا آسان
نہیں البتہ اس میں ایک غیر معمولی حشمت و شوکت بھی مضمر ہے جو کسی جھوٹے
مدعی کو ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔ محدث ابو عمران رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت
شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حیض کے متعلق چند ایک
دقیق سوالات میں آپ کا امتحان لیا تو آپ نے ساٹھ ایسے مسائل کا افادہ
کیا جس کی نسبت ابو عمران کا بیان ہے کہ انہیں پہلے ہرگز علم نہ تھا۔ شیخ
عزالدین محدث، رحمۃ اللہ علیہ جو مشاہیر علماء میں سے ہیں قبل از مصاحبت
مشائخ کرام نہایت اصرار و تعصب کے ساتھ کہا کرتے تھے کہ یہ کیا بدعات
پھیلانے والا فرقہ ہے بھلا کتاب و سنت کی پیروی کے علاوہ کوئی اور
بھی طریق ہو سکتا ہے مگر جب ایک موقع پر دمیاط (مصر) میں بڑے بڑے
محدثین اور فقہا مثلاً شیخ تقی الدین ابن دقیق العید اور شیخ مکین الدین
محدث کی مجلس میں آپ کو حاضر ہونے کا موقعہ ملا تو امام قشیری رحمۃ اللہ
علیہ کے رسالہ تصوف کی بعض عبارات پر گفتگو ہونے لگی۔ اتنے میں شیخ
ابو الحسن شاذلی علیہ الرحمۃ تشریف لے آئے چونکہ آپ مشائخ وقت میں سے
تھے سب نے استدعا کی کہ آپ اس کے متعلق کچھ فرمائیے آپ نے جواب

دیا کہ ان قدموں پر اپنے ماں باپ وسنت کے ہوتے ہوئے میرے بولنے کی کیا ضرورت ہے مگر یار یار کے اصرار پر آپ نے ان مقامات کی ایسی تشریح کی کہ شیخ عزالدین بلا اختیار پکار اٹھے کہ سنو سنو یہ وہ کلام ہے جو ابھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے نازل ہوا ہے اور یہ وہ کلام ہے جس سے حقانیت کے انوار چمکتے نظر آتے ہیں۔

شیخ قطب الدین ابن ابی ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو صحبت مشائخ کبار کی بابت ہمیشہ وصیت کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان لوگوں کو اخلاص حقیقی کا وہ رتبہ حاصل ہے جو ہمیں حاصل نہیں۔

شیخ محمد حنفی شاذلی علیہ رحمتہ فرمایا کرتے تھے کہ کبار اہل طریقت کی پیروی کرو اگرچہ ان کا وجود بہت قلیل ہے اور جو لوگ اہل طریقت سے نہیں ان سے بچتے رہو اگرچہ وہ کثیر التعداد ہوں اور اہل طریقت کی حقانیت پر موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے واقعہ میں غور کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ اہل طریقت کی تلاش کرنا طالب مولیٰ کے لیے واجب ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کا خضر علیہ السلام سے یوں متقدی ہونا۔

هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۔

(کیا میں تیری پیروی کروں اس شرط پر کہ تو اپنے خداداد علم سے مجھے

صلاح و تقوےٰ کی تعلیم کرے، کسی دنیاوی غرض پر مبنی نہ تھا لہذا جس طرح علم شریعت کا حاصل کرنا فرض ہے، اسی طرح علم حقیقت کا حاصل کرنا بھی فرض ہے۔

کتاب طبقات الابرار (شعرانی) میں ہے کہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے امام فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر کو ایک رسالہ ارسال کیا جس میں انہوں نے امام کے علم و فضل ظاہری کی بارگاہ کو تسلیم کر کے انہیں بے خبر اور بے علم ثابت کیا جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

میرے بھائی خدا تمہیں توفیق دے تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اہل حقیقت کے نزدیک انسان کامل العلم نہیں ہوتا جب تک وہ منقولات و معقولات کی اصطلاح پرستی سے آگے نہ نکل جائے چونکہ جو شخص محض تقلیدی طور پر اپنے اساتذہ اور شیوخ کے علم تک محدود رہتا ہے وہ جزئیات کی چھان بین میں اپنی عزیز عمر کو کھو دیتا ہے اور مقصود اصلی سے ہٹ جاتا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ جزئیات کی کوئی حد نہیں اور بکمالہا ان کا اخذ کرنا محال ہے۔

عزیز من اگر تو کسی اہل اللہ کی مجلس میں بیٹھ کر حقیقت شریعت سے آگاہ ہو تو وہ تجھے بہت جلد شہود حق کے رتبہ تک پہنچا دے گا جس سے تجھے بلا تکلیف خدائے تعالےٰ کی طرف سے علوم حقیقت عطا ہونے لگیں گے۔ یہ یاد رکھو کہ استدلال سے جو علم حاصل ہوتا ہے اس کو ان علوم حقیقت کے ساتھ کچھ نسبت نہیں ہے چونکہ نظر و فکر چند ایک عقلی ڈھکوسلوں کا نام ہے

جس کا ماحصل حقیقت فہمی میں بہت ہی کم تعلق رکھتا ہے۔

عزیز من ضروری ہے کہ تو وہ علم حاصل کرے جس سے تیری ذات کو کمال حقیقی حاصل ہو اور جو مرنے کے بعد بھی تیرے ساتھ ہو اور یاد رکھو کہ علوم وہی ہیں جو بطور موہبت اور مشاہدہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے دیئے جاتے ہیں ان علوم کے سوا جس قدر علوم ہیں ان کی منفعت انسان کی زندگی تک محدود ہے اس کے بعد وہ ان علوم سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتا لہذا عاقل آدمی کے لیے لازم ہے کہ وہ انہیں علوم کے حصول کی کوشش کرے جو اس عالم فانی کو چھوڑ جانے کے بعد بھی اس کی ذات کے ساتھ منتقل ہو سکیں اور ایسے علوم صرف دو ہیں۔ معرفت علم ذات باری اور علم امور آخرت اس لیے تجھ کو واجب ہے کہ اس دنیا میں انہیں ہر دو علوم کی تحقیق میں سرگرم ہو تاکہ ان کا ثمرہ تجھے عالم آخرت میں ملے اور علوم دنیویہ میں سے صرف انہیں علوم کو حاصل کر جس کے بغیر انسان کے لیے کوئی چارہ نہیں ہے اور جو طریق سلوک میں تجھے معاون ہو سکیں اور تجھے یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ یہ علوم بغیر خلوت، ریاضت، مشاہدہ اور جذب الٰہی کے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے۔

اخلاق حمیدہ عالیہ مثلاً ارادہ ونیت[1]، اخلاص[2]، انس[3]، تبلیغ[4]
تفکر[5]، تفویض[6]، تقویٰ[7]، تواضع[8]، توحید[9]، توکل[10]، خشوع[11]، خوف[12]

دعا[۱۲]، رجا[۱۳]، رضا[۱۴]، زہد[۱۵]، شکر[۱۶]، شوق[۱۷]، صبر[۱۸]، صدق[۱۹]، محبت[۲۰]، کی حقیقت[۲۱] سے آگاہی اور ان کا حصول اور اخلاق ذمیمہ مثلاً آفات لسان[۱]، کذب[۲]، غیبت[۳]، اسراف[۴]، بخل[۵]، بغض[۶]، تکبر[۷]، حب جاہ[۸]، حب دنیا[۹]، حرص[۱۰]، حسد[۱۱]، ریا[۱۲]، شہوت[۱۳]، عجب[۱۴]، غضب[۱۵] سے اجتناب اور نجات نہ تو صرف تفسیر و حدیث پڑھنے سے حاصل ہوتی ہے اور نہ رسمی طور پر اوامر و نواہی کی پابندی سے میسر آسکتی ہے بلکہ یہ مقصد کسی شیخ کامل کی صحبت اور اس کی رشد و ہدایت ہی سے حاصل ہو سکتا ہے جب تک ایک سالک تمام آداب سلوک کا عملی پابند نہ ہو اور مجاہدہ اور ریاضت میں اپنی عمر کا ایک حصہ صرف نہ کرے۔ صرف شریعت کے ظاہری احکام کی پابندی جن کا اثر باطن پر نہ ہو محض رسم و عادت ہے جس کی اہل حقیقت کی نظر میں کوئی حیثیت اور وقعت نہیں ہے۔

صاحب جامع الاصول نے اس موضوع پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ قدیم سے یہ رسم چلی آتی ہے اور تجربہ بھی اس امر پہ شاہد ہے کہ اندرونی نجاستوں اور غلاظتوں سے پاک و صاف ہونا اور نماز کو حضور قلب اور خشوع و خضوع سے ادا کرنا جس کو حدیث شریف میں لفظ احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جس میں اَنْ تَعْبُدَ اللہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ (اس طرح عبادت کر گویا تو رب ذوالجلال کو دیکھ رہا ہے) کی طرف اشارہ ہے بغیر تربیت شیخ کامل کے ممکن نہیں ہے کیونکہ شیخ ہی اندرونی امراض کا

واقف اور ان کے طریق معالجہ کی مہارت رکھتا ہے یہ بات صرف امراض کا علم حاصل کر لینے اور توہ ورتوہ کتابوں کے پڑھ لینے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

امام شعرانی نے انوار قدسیہ میں شیخ کامل کے وجوب اتباع کو ثابت کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ ازالہ نجاست واجب ہے اس لیے اس طریق کا حاصل کرنا بھی واجب ہوگا جس سے ازالہ ہو سکے اور وہ بغیر اتباع شیخ کامل کے کوئی طریق نہیں پھر لکھتے ہیں کہ اگر خود بخود اپنی اصلاح کرنے لگے تو اس کو کچھ فائدہ نہ ہوگا اگرچہ ہزاروں کتابیں حفظ کرے اس لیے اے عزیز تجھ کو لازم ہے کہ تو کسی شیخ کامل کی تلاش کرے اور سرکشی نہ کرے۔ اور امر آخرت میں غور سے کام لے اور اس خیال سے بچنا ہے کہ صوفیہ کا طریق کتاب اللہ اور سنت کے خلاف ہے کیونکہ یہ کفر ہے بلکہ برعکس اس طائفہ عالیہ کا طریق عین اخلاق محمدیہ اور سیرت احمدیہ اور سنن الٰہیہ ہے۔

امام شافعی جیسے مجتہد کا قول ہے "یحتاج الفقیہ الی معرفۃ اصطلاح الصوفیۃ لیفیدوہ من العلم مالم یکن عندہ"

یعنی فقیہ کو صوفیہ کرام کی اصطلاحات کا جاننا ضروری ہے تاکہ وہ اسے ان علوم کا افادہ کر سکیں جن کو وہ نہیں جانتا۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری کے مؤلف حافظ ابن حجر کس پایہ کے محدث ہیں اور کس زور کے ساتھ مذکورہ بالا خیال کی تصدیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ طالب خدا کو چاہیئے کہ کسی شیخ کامل کو اپنا رہبر مقرر کرے اور منکرین اہلِ تعصب کی باتوں کو ہرگز نہ سنے اور یہ خیال رکھے کہ شیخ عارف کامل ہو اور احکام شریعت و حقیقت میں ماہر ہو اور چاہیئے کہ رسم و عادت کے اسلام سے برطرف ہو جائے اور اپنے شیخ کے حکم پر چلے جب کسی شخص کو ایسا راہبر کامل مل جائے تو اس پر حرام ہے کہ اس کو چھوڑ دے۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ

طریقت اور تصوف کے بارے میں اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال

حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صوفی کی اصلیت اور حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ لفظ صوفی کی اصلیت ہمیشہ سے مختلف فیہ رہی ہے ایک گروہ کہتا ہے کہ صوفی صوف کا کپڑا پہنتا ہے اس لیے اس نام سے منسوب ہوا۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ وہ صف اول میں رہتا ہے اس لیے اس نام سے پکارا جاتا ہے تیسرے کا خیال ہے کہ صوفی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ اصحاب صفہ کی روش پر چلتا ہے مگر حضرت ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے ہر ایک کو غلط قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ صوفی کو صوفی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اپنے اخلاق و معاملات کو مہذب کر لیتا ہے اور طبیعت کی آفتوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے اور حقیقت میں صوفی وہ ہے جس کا دل کدورت سے پاک اور صاف ہو چونکہ تصوف باب تفعل سے ہے جس کا خاصہ تکلیف ہے یعنی صوفی اپنے نفس پر تکلیف اٹھاتا ہے

اور یہی تصوف کے اصلی معنی ہیں۔

فرمایا اہلِ تصوف کی تین قسمیں ہیں۔

۱. صوفی جو اپنی ذات کو فنا کر کے خدا کی ذات میں بقا حاصل کرتا ہے۔ اور اپنی طبیعت سے آزاد ہو کر حقیقت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

۲. متصوف جو صوفی کے درجہ کو مجاہدہ سے تلاش کرتا ہے اور اس تلاش میں اپنی ذات کی اصلاح کرتا ہے۔

۳. مستصوف جو محض مال و منال اور جاہ و حشمت کے لیے اپنے کو مثل صوفی کے بنا لیتا ہے۔

۱. لہذا، صوفی صاحب وصول یعنی وصل حاصل کرنے والا۔

۲. متصوف صاحب اصول یعنی صوفی کے اصول پر چلنے والا

۳ مستصوف صاحب فضول ہوتا ہے فرمایا تصوف محض علوم و رسوم کا نام نہیں بلکہ یہ ایک خاص اخلاق کا نام ہے۔ علوم ہوتا تو تعلیم سے حاصل ہوتا رسوم ہوتا تو مجاہدہ سے حاصل ہوتا۔ مگر یہ نہ تعلیم سے حاصل ہوتا ہے۔ اور نہ صرف مجاہدہ سے۔

اس اخلاق کی تین قسمیں ہیں۔

۱. خدا کے احکام کو ریا سے پاک ہو کر پورا کرنا۔

۲. بڑوں کی عزت کرنا اور چھوٹوں کے ساتھ عزت سے پیش آنا۔ اور

کسی سے انصاف اور عوض نہ چاہنا۔

۴۔ نفسانی خواہشوں کا اتباع نہ کرنا۔

حضرت حسن نوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تصوف تمام حظوظ نفسانی کے ترک کرنے کا نام ہے اور صوفی وہ لوگ ہیں جن کا ذکر ابشریت کی کدورت سے آزاد ہو گیا ہو اور نفسانی آفتوں سے صاف ہو کر اخلاص سے مل گیا ہو۔ یہاں تک کہ غیر خدا سے بری ہو کر وہ صف اول اور درجہ اولیٰ میں پہنچ جاتے ہیں۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ تصوف دل اور بھید کی صفائی اور کدورت کی مخالفت کا نام ہے حضرت شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح یہ کی ہے کہ فقیر اپنے دل کو خدا کی مخالفت کے میل سے پاک رکھتا ہے کیونکہ دوستی میں صرف موافقت ہوتی ہے اور موافقت مخالفت کی ضد ہے اور جب مراد ایک ہوتی ہے تو مخالفت نہیں ہوتی ہے اس لیے دوست کو دوست کے حکم کی تعمیل کے سوا اور کچھ نہیں چاہیئے۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ صوفی وہ ہے جو دونوں جہاں میں خدائے عزوجل کے یہاں کوئی چیز نہ دیکھے۔ حضرت ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کی تشریح یہ فرمائی ہے کہ بندہ جب غیر کو نہ دیکھے گا تو اپنی ذات کو خود دیکھے گا اس طرح اپنی ذات کی نفی اور اثبات سے فارغ ہو جائے گا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تصوف کی بنیاد آٹھ خصلتوں

پر ہے جن سے آٹھ پیغمبروں کی پیروی ہوتی ہے۔

۱۔ تصوف میں سخاوت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہو۔

۲۔ رضا حضرت اسمعیل علیہ السلام کی ہو۔

۳۔ صبر حضرت ایوب علیہ السلام کا ہو۔

۴۔ اشارات حضرت زکریا علیہ السلام کے ہوں

۵۔ غربت حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ہو۔

۶۔ سیاحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہو۔

۷۔ لباس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہو۔

۸۔ اور فقر جناب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک عارف علم کے تمام رموز سے واقف ہوتا ہے وہ اسرار الٰہی کے حقائق اور انوار الٰہی کے دقائق کو آشکار اکرتا ہے عارف عشق الٰہی میں کھو جاتا ہے اور اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے اسی کی قدرت کاملہ میں محو اور متحیر رہتا ہے عارف پر جب حال کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو وہ اس میں ایسا مستغرق ہو جاتا ہے کہ اگر ہزاروں فرشتے بھی اس سے مخاطب ہوں تو وہ ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ عارف ہمیشہ مسکراتا رہتا ہے عالم ملکوت میں خداوند تعالےٰ کی بارگاہ مقرب بن پر اس کی نظر پڑتی ہے اور ان کے حرکات و سکنات کو دیکھ کر مسکراتا ہے۔

عرفان میں ایک ایسی حالت پیدا ہوتی ہے کہ عارف ایک قدم بڑھ کر عرش سے حجاب ظلمت اور حجاب عظمت سے حجاب کبریا تک پہنچ جاتا ہے۔ اور دوسرے قدم میں واپس آجاتا ہے اور یہ عارف کا کمترین درجہ ہے ایک عارف کامل کہاں تک پہنچ جاتا ہے وہ خدا ہی جانتا ہے۔ عارف دونوں جہاں سے قطع تعلق کر کے یکتا ہو جاتا ہے اور جب یہ یکتائی حاصل کر لیتا ہے تو وہ ہر چیز سے بیگانہ نظر آتا ہے عارف وہی ہے کہ وہ جہاں بھی ہو اس کی خواہش کے مطابق کام انجام پانے وہ نہیں ہے جو کسی چیز کے پیچھے پریشان ہو۔ عارف کے مراتب ہوتے ہیں جب ان کو وہ طے کر لیتا ہے تو وہ دنیا کو اپنی انگلیوں کے حلقہ میں دیکھتا ہے۔

عارف کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس میں صفات الٰہی کا ظہور ہو اور خدائے تعالےٰ سے عارف کی محبت کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے اوپر دل کے نور کو ظاہر کر دے اور کوئی شخص اس کے سامنے دعوے کے ساتھ آئے تو اس کو اپنی کرامت سے ملزم ٹھہرائے۔ عارف خاموش رہتا ہے تو وہ گویا خدائے تعالےٰ سے باتیں کرتا ہے اور جب آنکھیں بند کر لیتا ہے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اس وقت تک سر نہ اٹھائے جب تک صور اسرافیل کی آواز اس کے کانوں تک نہ پہنچ جائے۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے صوفی کی تعریف بیان کرنے

ہوئے فرمایا کہ صوفی وہ ہے جس کے دل میں اتنی صفائی ہو کہ اس کے صفائے قلب
کے سامنے کوئی چیز پوشیدہ نہ رہے اور تصوف مولیٰ کے ساتھ دوستی کا نام ہے
فرمایا اہل تصوف وہ ہیں جو ہر وقت خاموش اور عالم تحیر میں مستغرق رہتے ہیں۔
اہلِ تصوف ایک ایسی قوم ہیں کہ جب وہ خدا سے پیوستہ ہو جاتے ہیں تو پھر ان
کو خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں کی خبر نہیں ہوتی تصوف کا کمال یہ ہے کہ اصحاب
تصوف ہر روز پانچوں وقت نماز میں اپنے کو عرش پر دیکھیں۔

محبوبِ الٰہی حضرت نظام الدین اولیا رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صوفی کے
لیے یادِ حق کی بنیاد چھ چیزوں پر ہے۔

۱۔ وہ خلوت نشین ہو اس سے اس کا نفس مغلوب ہوگا۔

۲۔ وہ ہمیشہ باوضو رہے اگر اس کو نیند آجائے تو جاگنے کے بعد پھر وضو کرے

۳۔ صوم ودام رکھنے کی کوشش کرے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو غذا میں تقلیل کرے

۴۔ غیرِ حق سے ہمیشہ سکوت اختیار کرے۔

۵۔ شیخ سے قلبی لگاؤ اور محبت رکھے

۶۔ حق کی خاطر تمام خواطر کی نفی کر دے۔

فرمایا سالکِ طریقت کے لیے چار چیزوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

۱۔ دنیا خصوصاً صحبت اغنیار

۲۔ ماسوئی اللہ کا تذکرہ

۳۔ غیر اللہ کی طرف التفات و توجہ۔

۴۔ دل کا میل یعنی دل میں دنیا کی کسی قسم کی محبت نہ ہو۔

ایک اور موقعہ پر فرمایا کہ سالک جب کسی چیز سے توبہ کرے تو اس کی نیت خالص ہو اور ہر حال میں اس پر ثابت قدم رہے۔ گناہ سے ایک مرتبہ توبہ کی جاتی ہے مگر اس طاعت سے ہزار مرتبہ جس میں ریا کی آمیزش ہو چونکہ وہ گناہ سے بھی بدتر ہے۔

حضرت محبوب الٰہی نے سالک کے لیے ظاہری اخلاق پر بھی بہت زور دیا ہے فرمایا سالک میں چار چیزوں سے کمال پیدا ہوتا ہے۔

۱۔ کم کھانا

۲۔ کم سونا

۳۔ کم بولنا

۴۔ لوگوں سے میل جول کم رکھنا

حضرت شیخ ابوالفتح رکن الدین رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ایک مرید کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا آدمی دو چیزوں سے عبارت ہے صورت اور صفت ان میں قابل توجہ آدمی کی صفت ہے خدائے عزوجل صورتوں کو نہیں بلکہ قلوب کو دیکھتا ہے اگر کسی کا قلب اوصاف ذمیمہ سے پُر ہے تو اس کا شمار بہائم میں ہے اوصاف ذمیمہ کو دور کرنے کے لیے تزکیہ نفس کی ضرورت ہے۔ اور

تزکیہ نفس اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک بندہ خدائے عزوجل سے التجا واستعانت نہ کرے یعنی اس کی بارگاہ میں گڑگڑائے اس سے مدد طلب کرے التجا واستعانت سے اللہ تبارک وتعالےٰ کی طرف سے رحمت نازل ہوتی ہے اس کے فضل ورحمت کے ظہور کی علامت یہ ہے کہ بندہ کی چشم بینا میں اس کے عیوب ظاہر ہوجاتے ہیں اور عظمت الٰہی کے انوار کے پرتو سے ساری کائنات اس کی نظر میں ہیچ ہوجاتی ہے۔ دنیا کے جھمیلوں میں پھنسے رہنے والوں کی وقعت اس کے دل میں بالکل جاتی رہتی ہے اور جب اس کے قلب پر یہ کیفیت مستولی ہوجاتی ہے تو اس کے اوصاف فرشتوں کے اوصاف میں تبدیل ہوجاتے ہیں اور اس میں ظلم کی بجائے عفو غضب کے بجائے حلم اکبر کے بجائے تواضع۔ بخل کے بجائے سخاوت اور حرص کے بجائے ایثار کی خوبیاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ مگر یہ خوبیاں عقبیٰ کے طلب کرنے والوں کے لیے ہیں۔ طالبان حق کے اوصاف اور بھی بلند ہیں۔ وہاں تک پہنچنے کے لیے ہر شخص کی عقل کام نہیں دیتی۔

ایک دوسرے موقعہ پر اپنے ایک مرید کو تحریر فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے آج تک کسی کے ساتھ نہ نیکی کی اور نہ بدی۔ حاضرین نے استعجاب سے پوچھا کہ امیر المومنین! بدی تو خیر آپ سے نہیں ہو سکتی مگر نیکی کے متعلق آپ کیا فرما رہے ہیں ارشاد فرمایا

کہ حق تعالیٰ جل و علا کا قول ہے کہ جس نے اچھے کام کیے اپنے نفس کے لیے کیے اور جس نے بُرے کام کیے وہ بھی اپنے نفس کے لیے کیے پس جو کچھ نیکی یا بدی تجھ سے صادر ہوئی وہ درحقیقت میرے لیے تھی نہ کہ دوسروں کے لیے۔

حضرت شیخ برہان الدین غریب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اوامر و نواہی کا پابند ہونا شریعت ہے دل کی صفائی کرنا اور برائیوں کو اچھائیوں سے بدل دینا طریقت ہے اور ماسوا اللہ کی باتوں کو دفع کر کے روح میں تجلی پیدا کرنا حقیقت ہے۔ فرمایا سلوک ملکوتی یہ ہے کہ اخلاق نبوی اور افعال نبوی کی متابعت کی جائے۔ اخلاق و اعمال نبوی کے اتباع کے بعد احوال کی متابعت ضروری ہے اور اسی سے انوار الٰہی ظاہر ہوتے ہیں جس کے بعد سالک عالم جبروت میں پہنچ کر صفات خداوندی سے حظ اٹھاتا ہے۔

فرمایا ذکر چار قسم کا ہوتا ہے۔

۱۔ لسانی جس سے دل پر اثر ہوتا ہے۔

۲۔ قلبی جس سے تمام اعضاء متاثر ہوتے ہیں۔

۳۔ طبعی یعنی اٹھنے، بیٹھنے، چلنے پھرنے میں بھی ہر عضو سے ذکر ہو اور کان میں جو آواز پڑے وہ بھی ذکر ہو۔

۴۔ مستولی یعنی ذکر کا ایسا استیلا ہو کہ نہ ذکر رہے نہ ذاکر بلکہ حرف

مذکور ہے۔

حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نفس کی تربیت پر بڑا زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ محافظت نفس کے لیے مخالفت نفس ضروری ہے چنانچہ ایک موقعہ پر اپنی ساری تعلیم کا لب لباب اس شعر میں پیش کیا ؎

صحتِ نفس و قوتِ یک روزہ
بہتر از تاج و تختِ فیروزہ

فرمایا ایک مبتدی تلاوتِ کلام پاک نماز اور ذکر میں وقت صرف کرتا ہے اور جب وہ اپنے اوقات کو عبادت و ریاضت سے معمور کر لیتا ہے تو وہ صاحب وقت کہلاتا ہے اس کے بعد ایک حال قائم ہوتا ہے جس میں انوار نازل ہوتے ہیں اس کا اثر دل پر پہنچتا ہے اور دل سے اعضاء میں سرایت کرتا ہے لیکن اس حال میں دوام نہیں ہوتا اگر اس کو دوام حاصل ہو جاتا ہے تو یہ مقام ہے اور جب مقام کو دوام حاصل ہو جاتا ہے تو مبتدی منتہی کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے پھر وہ صاحب انفاس کہلاتا ہے۔ اس کی ہر سانس پاکیزہ ہوتی ہے اور وہ غیر حق کے تمام نجاست دل سے محو کر دیتا ہے۔

مخدوم الملک حضرت شرف الدین احمد منیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا طریقت کی بنیاد دو چیز دل پر ہے توبہ اور ایمان کی سچائی پر۔ فرمایا توبہ کے تین

مراتب ہیں۔

۱۔ عوام کی توبہ اس لیے ہوتی ہے کہ وہ اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں۔ خدا سے نافرمانی کرتے ہیں۔ اس لیے گناہوں کے عذاب سے بچنے کے خواہاں ہوتے ہیں۔

۲۔ خاص لوگوں کی توبہ اس لیے ہوتی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ جس قدر ان کو نعمتیں عطا ہوئیں اس اعتبار سے ان سے خدمت کا حق ادا نہ ہو سکا

۳۔ خاص الخاص لوگوں کی توبہ اس لیے ہوتی ہے کہ انھوں نے اپنے کو عاجز و نیست کیوں نہ خیال کیا۔ قوی اور موجود تو صرف خداوند تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ انسان کو ہلاکت گناہ سے زیادہ توبہ اور استغفار کے ترک سے ہوتی ہے۔

فرمایا ایمان کی پہچان خدا کو بڑا سمجھنے میں ہے اور خدا کی بڑائی کے احساس سے خدا سے شرم پیدا ہوتی ہے اس شرم سے باطن اور ظاہر کی تنظیم پیدا ہوتی ہے اس کے بعد سالک مشاہدہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اس کو مختلف صورتوں میں مشاہدہ کرتا ہے جن کے اثرات بھی مختلف ہوتے ہیں مثلاً وہ خدا کے غناء کے کمال کا مشاہدہ کرتا ہے تو پھر اس کے سوا کسی اور سے اس کو انس پیدا نہیں ہوتا۔ وہ خدا کے فضل کا مشاہدہ کرتا ہے۔ تو وہ اپنے اعمال اور احوال سے بھی بے نیاز ہو جاتا ہے

وہ خدا کے کرم کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس کو خدا سے ایسا انبساط حاصل ہوتا ہے
کہ کون و مکان اس کے حاجت مند ہو جاتے ہیں۔ خدا کے قہر کا مشاہدہ کرتا ہے
تو پھر اس کو اپنے کسی فعل کا اعتبار نہیں رہتا۔ اور اگر خدا کے جلال کا مشاہدہ کرتا
ہے تو اس پر خدا کا خوف ایسا طاری رہتا ہے کہ اس کو کبھی آرام نہیں ملتا۔

معرفت فرمایا انہی مشاہدات کے بعد سالک کو معرفت حاصل ہوتی ہے۔
جس کے بعد وہ جملہ کائنات کو مقہور اور عاجز تصور کرتا ہے اور
خدا کی ذات و صفات کو تمام چیزوں پر محیط سمجھتا ہے یہ درجہ نہ عقل سے حاصل
ہوتا ہے اور نہ صرف علم سے بلکہ خدا کی ہدایت سے حاصل ہوتا ہے، اور یہ ہدایت
طلب حق سے پیدا ہوتی ہے، اور طلب حق میں معرفت نفس ضروری ہے کبر،
بخل، حسد اور خشم کو مغلوب اور مقہور کر کے تمام خواہشوں اور لذتوں سے پاک
ہو جانا معرفت نفس ہے۔

تقویٰ یہ پاکی تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے تقویٰ سے مراد ان تمام چیزوں
سے پرہیز ہے جن سے دین کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو۔ یہ
نقصان دو طرح سے ہو سکتا ہے حرام چیزوں اور معصیت کی طرف مائل ہونے
یا حلال چیزوں کی طرف زیادتی کے ساتھ رغبت رکھنے سے۔

مجاہدہ نفس و ریاضت اس میلان اور رغبت کی زیادتی کو کچلنے
کے لیے حضرت مخدوم الملک رحمۃ اللہ علیہ

نے مجاہدہ نفس پر زور دیا ہے۔ مُجَاهِدَةُ هُوَالْعَزَاءُ عَنِ النَّفْسِ الشَّيْطَان
مجاہدہ نفس میں اولین درجہ گرسنگی ہے شکم تمام گناہوں کا منبع و معدن ہے شکم
کی سیری ہی سے انسانی شہوات پیدا ہوتی ہیں اسی لیے گرسنگی آگ ہے۔ اور
انسانی شہوت ایندھن انسانی شہوت گرسنگی ہی سے جل کر خاک سیاہ ہو جاتی
ہے چنانچہ جب شب کو درویش فاقہ کرتا ہے وہ گویا اس کی شب معراج ہے
گرسنگی سے اس کا ذہن تیز اور فہم صاف ہو جاتی ہے۔ اور اسی سے اس کو اپنی
ذات سے بیزاری پیدا ہوتی ہے۔ جو خدائے عزوجل سے آشنائی کا اولین
درجہ ہے۔

ترک دنیا جب سالک کو اپنی ذات سے بیزاری پیدا ہو جاتی ہے
تو سالک کے پاس جو چیز ہوتی ہے اس کو اپنے سے علیحدہ
کر دیتا ہے اور جو چیز اس کے پاس نہیں ہوتی اس کی طلب نہیں کرتا اسی
کا نام ترک دنیا ہے۔

زہد ترک دنیا کا انحصار زہد پر ہے زہد کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ
جس پہ بندہ کا مقدور ہے دوسرے وہ جس پر بندہ کا مقدور
نہیں اول الذکر زہد تین چیزوں پر مشتمل ہے۔

۱۔ اس چیز کی طلب نہ کرتا ہو جو نہ ہو
۲۔ اس چیز کو دور کرنا جو ہو

۳۔ باطن میں دنیا کی تمام چیزوں کی خواہش کو ترک کر دینا مو خرالذکر زہد سے دنیا کی طرف سے دل سرد ہو جاتا ہے جو اول الذکر زہد پر پابند ہونے سے خود بخود حاصل ہو جاتا ہے۔

ترک دنیا کے سلسلہ میں حضرت مخدوم الملک نے بڑی تفصیل سے بحث کی ہے فرمایا دنیا کی چیزوں کی تین قسمیں ہیں ایک تو وہ جو صورت اور معنی میں دنیا کی چیزیں معلوم ہوتی ہیں یہ معصیت کا سرمایہ ہیں جو ہرگز خدا کے لیے نہیں ہو سکتیں۔

دوسری وہ چیزیں جو صورت اور معنی میں خدا کے لیے ہوں لیکن ان سے دنیا کا کام لیا جائے مثلاً فکر، ذکر، مخالفت شہوت فکر کر کے کوئی دنیاوی جاہ و مرتبت حاصل کی جائے یا ذکر کر کے دنیا کے لوگوں کی نظروں میں پارسا بننا چاہے یا مخالفت شہوت سے اپنے کو زاہد ظاہر کرنا چاہے تو یہ بے حد مذموم ہے۔

تیسری وہ جو ظاہر میں دنیا کی چیزیں ہوں لیکن باطن میں خدا کے لیے ہوں مثلاً کوئی ایسے کھاتا پیتا اور سوتا ہو کہ خدا کی عبادت کے لیے اس کی جسمانی قوت برقرار رہے یا کوئی مال اس لیے طلب کرتا ہو کہ وہ خلق سے بے نیاز ہو تو قیامت کے روز اس کا چہرہ چودھویں رات کی طرح چمکتا نظر آئے گا۔

ترک دنیا کے سلسلہ میں ترک خلق اللہ پر بھی بحث کی ہے حضرت مخدوم الملک کا خیال ہے کہ طالب حق حتی الوسع دنیا کے لوگوں کی صحبت سے

گریز کرے وہ دنیا کے لوگوں میں صرف جمعہ کی نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے آئے اگر اس سے بھی اس کو حق کی راہ میں خلل پیدا ہوتا ہو تو وہ کسی پہاڑ یا جنگل میں چلا جائے جہاں یہ چیزیں اس کے لیے فرض باقی نہ رہتی ہوں مگر طالبان حق میں اگر کوئی ایسا شخص ہو جس کے رشد و ہدایت، پند و نصیحت اور علمی رموز و نکات کے لیے دنیا کے لوگوں کو اس کی ضرورت ہو تو وہ دنیا کے لوگوں میں رہ کر ان سے الگ رہے یعنی ان کی مدح و ذم سے بیگانہ رہے اور اپنی مضرت و منفعت کو ان کے معیار کے مطابق نہ سمجھے۔

سالک کی مقبولیت

ذکر ترک دنیا اور ترک خلائق کے بعد سالک کو ذکر میں مشغول ہو جانا چاہیئے ذکر سے مراد خدا تعالےٰ کی یاد ہے اس کی چار قسمیں ہیں۔

۱۔ زبان پر ہو لیکن دل میں نہ ہو زبان اور دل دونوں میں ہو مگر دل کسی وقت اس سے غافل ہو جاتا ہو۔

۲۔ لیکن زبان پر جاری ہو۔

۳۔ زبان اور دل میں برابر ہو۔

۴۔ دل میں ہو اور زبان خاموش ہو۔

اصل ذکر وہ ہے کہ اس کی زبان ذکر میں مشغول ہو، دل خدا کی طلب میں ہو۔ روح خدا کی تجلیات کو دیکھتی ہو اور اس کا سارا اندرونی راز مذکور کے ساتھ مدغم ہو جاتا ہو تاکہ وہ کل منظورات کو سن سکے اور اس کا بال اور رواں زبان ہو جائے اس کے بعد ذاکر فنا فی اللہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کو اپنی ذات کا مطلق احساس نہیں ہوتا وہ اپنے کو محض خداوند تعالےٰ کا مرزوق منظور مامور اور مخلوق سمجھتا ہے اور اپنے حزن و مسرت، مرض و صحت اور تنگی اور فراخی کو احکم الحاکمین کی محض مشیت تصور کرتا ہے۔ اور نہ صرف صابر و شاکر اور قانع بلکہ مسرور و بنتا ہے۔ اس کے احوال، اقوال اور افعال میں کوئی ایسی بات نہیں ہوتی جو خدا کی مرضی کے خلاف ہو۔ اس طرح وہ غیر اللہ سے منقطع ہو کر مقام الا اللہ کو پہنچ جاتا ہے اور خدا کے جلال و جمال کو اپنے دل کے اندر محسوس کرتا ہے اور اس کی ذات کو اپنی ذات میں دیکھتا ہے۔

سالک کا ظاہری اخلاق

حضرت مخدوم الملک نے باطن کے ساتھ سالک کو ظواہر کی بھی تعلیم دی ہے فرمایا سالک کا جسم لباس، اور لقمہ طاہر اور حلال ہو تاکہ اس کا دل بھی اوصاف ذمیمہ سے پاک ہو۔

سالک کی طہارت کی چار قسمیں قرار دی ہیں۔

۱۔ طہارت جسم یعنی بدن اور کپڑے پاک ہوں۔

۲۔ طہارت حواس یعنی زبان سے جھوٹ بات نہ نکلے نظر محرمات پر نہ پڑے کان غیر مشروع بات نہ سنے۔

۳۔ طہارت دماغ از تخیلات یعنی خدا کے سوا کسی اور کا تخیل نہ ہو۔

۴۔ طہارت دل یعنی دل مذمومات و محمودات سے پاک ہو۔ مذمومات کی پاکی بخل، ریا، حسد، رشک وغیرہ سے آزادی حاصل کرنا ہے اور محمودات کی پاکی سے مراد یہ ہے کہ سالک کو اپنی عبادت اور زہد پر غرور نہ ہونے پائے۔

فرمایا سالک کی نیت بھی پاک ہونی چاہیئے۔ جب اس کی نیت دنیا کے شوائب سے پاک ہو جاتی ہے تو وہ زاہد کہلاتا ہے اور جب آخرت کے شوائب سے پاک ہو جاتی ہے تو وہ عارف کہلاتا ہے۔

فرمایا سالک کو ہر حال میں سعید ہونا چاہیئے کیونکہ سعادت طاعت کی کلید ہے اور شقاوت معصیت ہے۔ اخلاق حمیدہ ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو ہو مثلاً بدخو نہ ہو کم سخن ہو۔ سلام کرنے میں سبقت کرتا ہو سخی ہو۔ غیبت نہ کرتا ہو۔ جھوٹ اور فحش کلمہ زبان پر نہ لاتا ہو دنیا غرت حقارت اور طمع سے اپنے آپ کو آلودہ نہ کرتا ہو۔ اپنے ہر فعل، قول اور حال میں خدا کی جانب نگاہ رکھتا ہو۔ مسلمانوں کے عیب پر پردہ ڈالتا ہو کسی سائل کے

سوال کو رد نہ کرتا ہو، کسی حال میں اس کو غصہ نہ آتا ہو۔ کم بولتا ہو تاکہ دل میں مشغول رہے اور کم کھاتا ہو تاکہ فکر جاری رکھے۔ وہ متواضع ہو کیونکہ خدا کے بندوں سے تکبر گویا خدا سے منازعت ہے۔

سالک کو پیر کی تعظیم و تکریم ضروری ہے خدا تک پہنچنے کی علت مشیت حق ہے اور پیر اس کا سبب ہے۔ اس کو اپنے پیر کی متابعت قولاً، فعلاً قلباً اور قالباً کرنی چاہیئے۔

حضرت مخدوم الملک نے تصوف میں دو چیزیں لازمی قرار دی ہیں ایک علم دوسرے اتباع شریعت۔

علم

کسی سالک کو بغیر علم کے اس راہ میں قدم نہیں رکھنا چاہیئے۔ چونکہ علم کے بغیر یا تو وہ کافر یا مجنون ہو جاتا ہے۔ اگرچہ بعض اولیاء جاہل گزرے ہیں مگر ان کو رحمت خاص سے فیض ملا تھا جس کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔

شریعت کی پابندی

اسی طرح شریعت کے بغیر راہ سلوک میں قدم رکھنا جہالت اور ہلاکت ہے شریعت سے طریقت اور طریقت سے حقیقت معلوم ہوتی ہے اگر ایک سالک کو شریعت سے واقفیت نہیں تو وہ طریقت اور حقیقت سے آگاہی نہیں حاصل کر سکتا۔

اس سلسلہ میں شریعت، طریقت اور حقیقت کو واضح طور پر بتایا ہے۔

شریعت توحید، طہارت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد اور امر و نواہی کا
نام ہے۔ امر و نواہی کی تحقیق و تفحص اور ان کی روشنی میں ضمیر کی صفائی، اخلاق
کی تطہیر اور نفس کے تزکیہ کو طریقت کہتے ہیں۔ شریعت کا تعلق ظاہر سے اور
طریقت کا تعلق باطن سے ہے۔ مثلاً نماز قبلہ رو ہو کر پڑھنا شریعت ہے لیکن
نماز میں خدا سے دل لگانا طریقت ہے نماز کی جگہ کو نجاست سے پاک کرنا شریعت
ہے لیکن دل کو بشری کدورت سے پاک رکھنا طریقت ہے۔ مباحات کا اختیار کرنا
شریعت ہے لیکن ان کی تخفیف کر دینا طریقت ہے راہ شریعت میں مباحات کے اختیار
کرنے سے راحت اور آسائش میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے، طریقت
اسی راحت کی تخفیف اور آسائش کی ممانعت کا نام ہے لیکن شریعت کے
بغیر راہ طریقت پر چلنا کوٹھے پر بغیر زینہ کے دیوار پھاند کر چڑھنا ہے۔

شریعت سے طریقت اور طریقت سے حقیقت حاصل ہوتی ہے۔ علم
حقیقت تین چیزوں پر مشتمل ہے۔

۱۔ خدا تعالےٰ کی ذات اور وحدانیت کا علم

۲۔ خدا وند تعالےٰ کی صفات اور اس کے احکام کا علم (۳) اس کے فعل و حکمت کا علم

جب یہ چیزیں معلوم ہو جاتی ہیں تو ایک سالک عارف کہلاتا ہے۔ مگر
حقیقت بغیر شریعت کے زندقہ ہے اور شریعت بغیر حقیقت کے نفاق ہے
بعض گروہ کا خیال ہے کہ حقیقت کا جب کشف ہو جاتا ہے تو پھر شریعت

کی ضرورت باقی نہیں رہتی لیکن حضرت مخدوم الملک نے ایسے اعتقاد اور مذہب پر لعنت بھیجی ہے اور کتاب وسنت اور اجماع امت کی تقلید کو ہر حال میں ضروری قرار دیا ہے۔

حضرت مخدوم الملک کے علاوہ تمام اولیا کرام اور صوفیہ عظام اس بات پر متفق ہیں کہ معرفت اور طریقت جو بغیر اتباع شریعت کے ہو وہ ضلالت گمراہی ہے چنانچہ سید الافراد قطب الارشاد غوث اعظم قطب عالم حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ولایت پر تو نبوت ہے اور نبوت پر تو الوہیت اور ولی کی کرامت یہ ہے کہ اس کا فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے قانون پر ٹھیک اترے۔ فرمایا شریعت وہ آفتاب ہے جس کی چمک سے تمام جہان کی اندھیریاں جگمگا اٹھیں۔ شریعت کی پیروی دونوں جہاں کی سعادت بخشتی ہے خبردار اس کے دائرے سے باہر نہ جانا۔ خبردار اہل شریعت کی جماعت سے جدا نہ ہونا۔ فرمایا اگر حدود شریعت کی حد میں خلل آیا تو جان لے کہ تو فتنہ میں پڑا ہوا ہے۔ بیشک شیطان تیرے ساتھ کھیل رہا ہے تو فوراً حکم شریعت کی طرف پلٹ آ اور اس سے پٹ جا، اور اپنی خواہش نفسانی کو چھوڑ دے اس لیے کہ جس حقیقت کی شریعت تصدیق نہ فرمائے وہ حقیقت باطل ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے پیر حضرت سری سقطی

رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے دعا دی کہ اللہ تعالےٰ تمہیں حدیث داں کرکے صوفی بنائے اور حدیث داں ہونے سے پہلے تمہیں صوفی نہ بنائے۔

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ کچھ صوفیہ یہ زعم کرتے ہیں کہ احکام شریعت تو وصول کا وسیلہ تھے اور ہم واصل ہو گئے یعنی اب ہمیں شریعت کی کیا حاجت ہے فرمایا وہ سچ کہتے ہیں۔ واصل ضرور ہوئے کہاں "تک جہنم" تک۔ چور اور زانی ایسے عقیدے والوں سے بہتر ہیں اگر ہزار برس زندہ رہوں تو فرائض و واجبات تو بڑی چیز ہیں جو نوافل و مستحبات مقرر کر لیے ہیں عذر شرعی کے بغیر ان میں سے کچھ بھی کم نہ کروں۔

حضرت سیدی ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ مبارکہ قشیریہ میں حضرت سیدی ابوالقاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں جس نے نہ قرآن یاد کیا اور نہ حدیث لکھی یعنی جو علم شریعت سے آگاہ نہیں دربارۂ طریقت اس کی اقتدا نہ کریں اسے اپنا پیر نہ بنائیں کہ ہمارا یہ علم طریقت بالکل کتاب و سنت کا پابند ہے۔ نیز فرمایا خلق پر تمام راستے بند ہیں مگر وہ جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانِ قدم کی پیروی کرے۔

حضرت شیخ بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر کسی ایسے شخص کو دیکھو کہ ہوا پر چار زانو بیٹھ سکے تو اس کے قریب نہ جانا جب تک یہ نہ دیکھو کہ فرض و واجب و مکروہ و حرام و محافظت حدود و آداب شریعت میں اس کا حال

کیسا ہے۔

حضرت ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو باطن کہ ظاہر اس کی مخالفت کرے وہ باطن نہیں باطل ہے۔ علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلی قدس سرہ اس قول کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جب اس نے ظاہر کی مخالفت کی تو وہ شیطانی وسوسہ اور نفس کی بناوٹ ہے۔

حضرت سید ابوالحسن احمد بن الحواری رحمۃ اللہ علیہ (جن کو حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ریحانۃ الشام یعنی شام کا پھول کہا کرتے تھے) فرماتے ہیں جو شخص کسی قسم کا کوئی عمل سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرے وہ عمل باطل ہے۔

حضرت ابو حفص عمر حداد رحمۃ اللہ علیہ جو اکابر ائمہ عرفا اور حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر ہیں فرماتے ہیں جو صوفی اپنے تمام کاموں اور احوال کو قرآن و حدیث کی میزان میں نہ تولے اور اپنی واردات قلب پر اعتماد کرے اسے مردوں کے دفتر میں نہ شمار کرو

طبقات الکبریٰ میں ہے کہ قطب عالم سیدی حضرت ابراہیم دسوقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اَلشَّرِیْعَۃُ الشَّجَرَۃُ وَالْحَقِیْقَۃُ الثَّمَرَۃُ یعنی شریعت درخت ہے اور حقیقت پھل ہے۔

نوٹ: تمام اقطاب عالم میں جو چار اقطاب اعلیٰ و ممتاز مانے جاتے ہیں۔ ان میں

۱. سیدنا غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۲. حضرت سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۳. حضرت سید احمد کبیر بدوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور

۴. حضرت سید ابراہیم دسوقی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

حضرت ابوالحسین احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سید الطائفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصروں میں سے ہیں فرماتے ہیں۔ تو جسے دیکھے کہ اللہ عزوجل کے ساتھ ایسے حال کا دعویٰ کرتا ہے جو اسے علم شریعت کی حد سے باہر کرے اس کے پاس نہ پھٹک۔

حضرت ابوالعباس احمد بن محمد آدمی رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصروں میں سے ہیں فرماتے ہیں (جو اپنے اوپر آداب شریعت کو لازم کرے اللہ تعالےٰ اس کے دل کو نور معرفت سے روشن کر دے گا اور کوئی مقام اس سے بڑھ کر معظم نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام افعال و عادات سب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کی جائے۔

حضرت ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ جو مرجع سلسلہ چشتیہ میں فرماتے ہیں مرید کا ادب یہ ہے کہ آداب شرع کی اپنے نفس پر محافظت کرے۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تصوف تین وصفوں کا نام ہے ایک یہ کہ اس کا نور معرفت اس کے نور ورع کو نہ بجھائے دوسرے یہ کہ باطن سے

سے کسی ایسے علم میں بات نہ کرے جو ظاہر قرآن یا ظاہر حدیث کے خلاف ہو، تیسرے یہ کہ کرامتیں اُسے اُن چیزوں کی پردہ دری پر نہ ابھاریں جو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائی ہیں۔

حضرت سید الطائفہ جناب جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بارہا میرے دل میں تصوف کا کوئی نکتہ نازل ہوتا ہے۔ جب تک قرآن و حدیث دو گواہ عادل اس کی تصدیق نہیں کرتے میں قبول نہیں کرتا۔

جناب گردوں منزلت حضرت عالی مرتبت امام طریقت سیدنا ابو علی رودباری بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے (جو سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے اجلہ خلفائے میں سے ہیں اور سیدنا استاذ ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے جن کی شان میں فرمایا کہ مشائخ میں ان کے برابر علم طریقت کسی کو نہ تھا) سوال کیا گیا کہ ایک شخص مزامیر سنتا اور کہتا ہے کہ یہ میرے لیے حلال ہے اس لیے کہ میں ایسے درجہ تک پہنچ گیا ہوں کہ احوال کے اختلافات کا مجھ پر کچھ اثر نہیں ہوتا فرمایا پہنچا تو ضرور ہے مگر جہنم تک۔

حضرت ابو عبد اللہ محمد خفیف حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تصوف اس کا نام ہے کہ دل صاف کیا جائے اور شریعت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے۔

حضرت ابو القاسم نصرابادی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابو علی رودباری رحمۃ اللہ علیہ کے اجلہ ہمعصروں میں ہیں فرماتے ہیں تصوف کی جڑ یہ ہے کہ کتاب و سنت کو لازم پکڑے رہے۔

عوارف المعارف میں ہے کہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سردار سلسلہ عالیہ سہروردیہ نے اپنی کتاب مستطاب میں فرمایا کچھ فقنے کے مارے ہوؤں نے صوفیوں کا لباس پہن لیا ہے کہ صوفی کہلائیں۔ حالانکہ ان کو صوفیہ سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ وہ غرور میں مبتلا ہو گئے ہیں اور غلط بکتے ہیں کہ ان کے دل خالص خدا کی طرف ہو گئے ہیں اور یہی کامیابی اور مراد کو پہنچنا ہے اور رسوم شریعت کی پابندی عوام کا رتبہ ہے ان کا یہ قول خالص الحاد و زندقہ اور اللہ کی بارگاہ سے دور کیا جانا ہے۔ اس لیے کہ جس حقیقت کو شریعت خود رد فرمائے وہ حقیقت نہیں بددینی ہے پھر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرمایا کہ جو چوری و زنا کرے وہ ان لوگوں سے بہتر ہے۔

کتاب الیواقیت والجواہر میں ہے حضرت شیخ الشیوخ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مستطاب اعلام الہدیٰ وعقیدہ ارباب التقیٰ میں عقیدہ کرامات اولیاء بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ہمارا عقیدہ ہے کہ جس شخص کے ہاتھ پر خوارق عادات ظاہر ہوں اور وہ احکام شریعت کا پورا پابند نہ ہو وہ شخص زندیق ہے اور جو خوارق اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوں وہ مکر و استدراج ہیں۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں خبردار علم ظاہر میں جو شریعت کی میزان ہے اسے ہاتھ سے نہ پھینکنا بلکہ جو کچھ اس کا حکم ہے فوراً اس پر عمل کرنا اور اگر عام علما کے خلاف تیری سمجھ میں کوئی ایسی بات آئے جو ظاہر شرع کا حکم نافذ کرنے سے تجھے روکنا چاہے تو اس پر اعتماد نہ کرنا۔

"تصوف"

تصوف چیست؟ اخلاق است و احسان ... تصوف این چنین است و دگر ہیچ
تصوف چیست؟ عشق است و محبت ... علاج بغض و کین است و دگر ہیچ
تصوف چیست؟ اطمینان قلب است ... کہ این ہم جزو دین است و دگر ہیچ
تصوف چیست؟ فکر عرش پیما ... نگاہ دوربین است و دگر ہیچ
تصوف چیست؟ جمع خاطر تو ... کہ دین بہ این است و دگر ہیچ
تصوف دوری از وہم و گمان است ... تصوف در یقین است و دگر ہیچ
بحفظ حرمت دین بان سپر دل ... تصوف خود چنین است و دگر ہیچ
تصوف راہ ایمان است و تو بہ ... کہ این دین متین است و دگر ہیچ
تصوف راہ ہموار است و روشن ... رہ خلد برین است و دگر ہیچ
شنیدستم کہ و بہ تصوف پوشال ... ز دنیہ ذوق دین است و دگر ہیچ
تصوف نیست چیزے جز شریعت ... ہمیں شرع مبین است و دگر ہیچ

صوفیہ کرام کے ان تمام ملفوظات وارشادات کے الفاظ اگرچہ مختلف ہیں۔ لیکن سب کا مآل وماحصل ایک ہی ہے یعنی معتقدات صحیحہ کے ساتھ تمام احکام شریعت فرائض وسنن کی کامل پابندی کرنا اور نفس کو اس حد تک شریعت کا پابند بنانا کہ خواہش نفس کے آثار بالکل منقطع ہو جائیں تا آنکہ رفتہ رفتہ دل کو حقیقی اطمینان کا درجہ حاصل ہو جائے یعنی بجز ذکر کوئی چیز اس کو لذت نہ دے اور نہ اس کو مرکز اطمینان سے جنبش دے سکے الغرض تصوف کا اصل منشا ومقصود نفس کے آثار کو کلیۃً محو کرکے اس کو اللہ تعالیٰ کے ارادے اور رضا کے تابع بنانا ہے۔ یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔

آخر میں ایک ایسا نسخہ کیمیا تحریر کیا جاتا ہے جو ساری کتاب کی جان، تمام عبادات ومعاملات کی روح، زہد وتقویٰ کی اصل، حکمت ومعرفت کا گنجینہ، تزکیہ نفس اور تطہیر قلب کا خزینہ اور ظاہری اور باطنی اصلاح کا سرمایہ ہے جس سے دنیا بنتی اور عقبیٰ سنور جاتی ہے۔

(مؤلف)

حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حکیم سے کہا کہ مجھے گناہوں کا مرض ہے اگر اس مرض کی دوا بھی آپ کے پاس ہے تو عنایت کر دیجئے۔ یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں اور سامنے میدان میں ایک شخص تنکے چننے میں

مصروف تھا اس نے سر اٹھا کر کہا شبلی یہاں آؤ میں اس کی دوا بتاتا ہوں وہ نسخہ کیمیا یہ ہے۔

"حیا کے پھول، صبر و شکر کے پھل، عجز و نیاز کی جڑ، غم کی کونپل، استقامت کے درخت کے پتے، ادب کی چھال، حسن و اخلاق کے بیج۔ ان سب دواؤں کو لے کر ریاضت کے ہاون دستے میں کوٹنا شروع کریں اور اشک پشیمانی کا عرق اس میں روزانہ ملاتے رہیں۔ ان سب کو دل کی دیگچی میں بھر کر شوق کے چولھے پر پکاؤ جب پک کر تیار ہو جائے تو صفائے قلب کی صافی میں چھان لینا اور شیریں زبانی کی شکر ملا کر محبت کی تیز آنچ دینا جس وقت تیار ہو کر اترے تو خوف خدا کی ہوا سے ٹھنڈا کر کے استعمال کرنا۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہ مجذوب غائب ہو چکے تھے۔
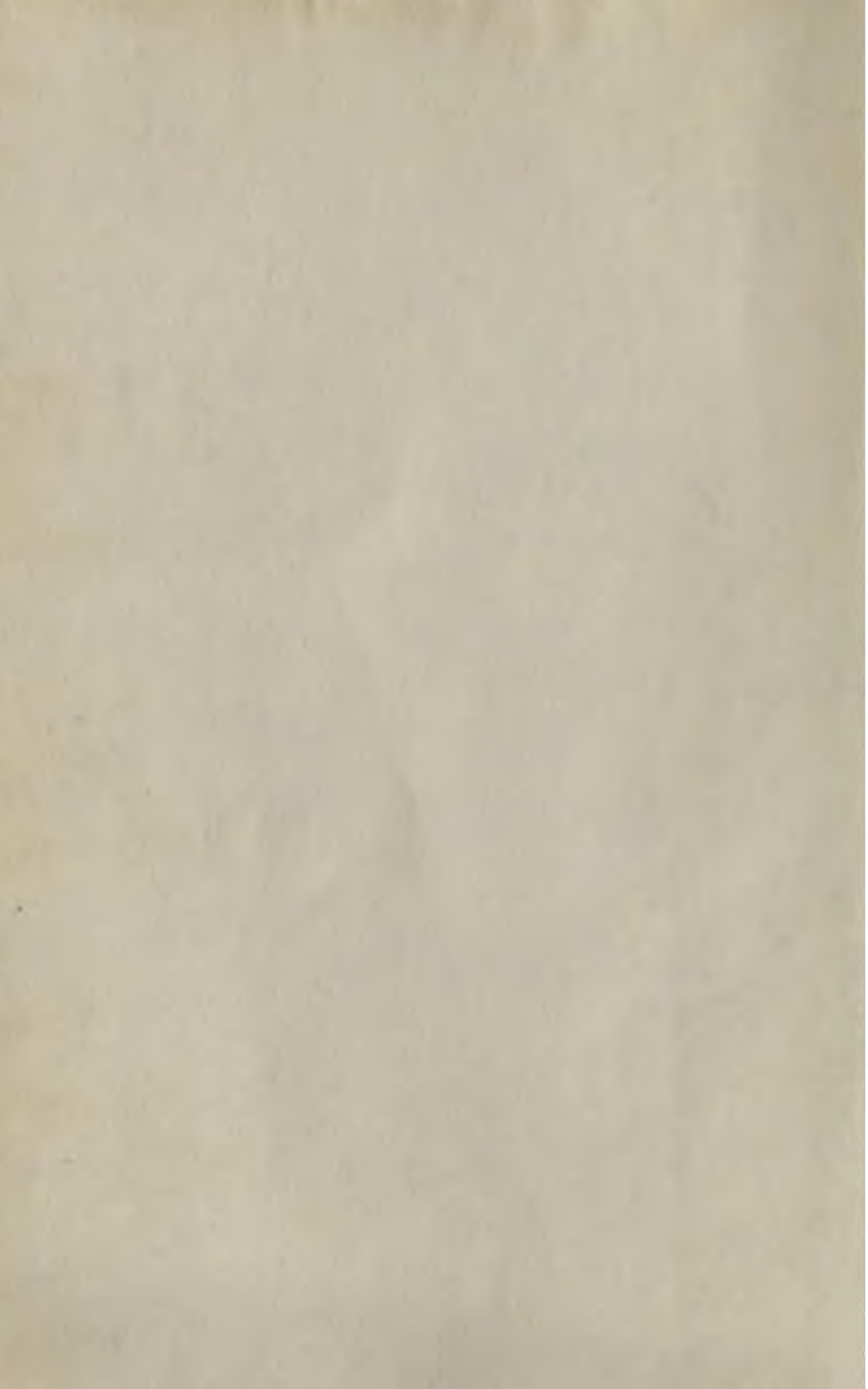
اچھی اور سستی کتابیں

کتاب	مصنف / مترجم	قیمت
اخلاقِ صالحین	ترجمہ تنبیہ المغترین	۲۰/۰۰
معراج المومنین	محمد حلیم	۲۰/۰۰
مجددِ اعظم	〃	۶/۰۰
تاجدارِ انبیاء	〃	۷/۵۰
سفرنامہ آخرت (مرنے کے بعد کیا ہوگا)	طالب ہاشمی	۱۰/۰۰
تذکرہ حضرت خواجہ اجمیریؒ	〃	۱۵/۰۰
تذکرہ سیدنا غوث اعظمؒ	〃	۱۵/۰۰
اخلاقِ پیغمبری	〃	۱۵/۰۰
معجزاتِ سرورِ کونینؐ	〃	۱۲/۰۰
حکایاتِ سعدیؒ	〃	۱۰/۰۰
حکایاتِ رومیؒ	〃	۱۰/۰۰
حکایاتِ صوفیہؒ	〃	۱۰/۰۰
ارشاداتِ دانائے کونینؐ	〃	۸/۰۰
حضرت بابا فرید گنج شکرؒ	〃	۱۶/۰۰
تذکرہ حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ	ترجمہ نافع السالکین	۱۶/۰۰
حکایات شیریں	مدیر آئینہ	۹/۰۰
تذکرہ حضرت علی ہجویریؒ	حکیم امین الدین	۹/۰۰
آداب دین	〃	۷/۵۰
کیرو کی ہاتھ کی بات	ترجمہ کمال احمد رضوی	۱۲/۰۰
درد و درماں	عدم	۱۵/۰۰
فرح کا شاہی دستر خوان	کوکب سلطانہ۔ کوثر سلطانہ	۹/۰۰
انتخاب کلام میرؔ	میر تقی میرؔ	۷/۵۰
انتخاب کلام داغؔ	داغ دہلوی	۷/۵۰
قہقہوں کی دنیا	محمد ناصر	۶/۰۰
لطیفے ہی لطیفے	〃	۶/۰۰
حیات قائدِ اعظمؒ	امین ناز	۱۲/۰۰
حیات علامہ اقبالؒ	آغا اشرف	۱۲/۰۰
جگنوؤں کے اسرار	〃	۱۲/۰۰
طارق بن زیاد	〃	۱۲/۰۰

مینار آرٹ پریس ایبک روڈ لاہور